محسن ملت حضرت اقدس الحاج مولانا عبدالکریم اعظمی
ابراہیم پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تابناک زندگی کے عظیم کارناموں
آپ کی درخشندہ حیات اور روشن خدمات کا جامع وحسین گلدستہ

# تذکرۂ
# مولانا عبدالکریم اعظمیؒ


ازقلم

حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری
فاضل دارالعلوم دیوبند



ناشر

مکتبہ منیر ابراہیم پور، ضلع اعظم گڈھ (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محسن ملت حضرت اقدس الحاج مولانا عبدالکریم صاحب اعظمی ابراہیم پوری
رحمۃ اللہ علیہ کی تابناک زندگی کے عظیم کارناموں، آپ کی درخشندہ حیات اور روشن
خدمات کا جامع وحسین گلدستہ

# تذکرۂ مولانا عبدالکریم اعظمیؒ

ولادت: ۱۳۴۵ھ/ وفات: ۱۴۳۲ھ


از قلم

حبیب الرحمن الاعظمی ابراہیم پوری

فاضلِ دارالعلوم دیوبند



شائع کردہ

مکتبہ منیر، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڈھ (یوپی)

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب............ تذکرۂ مولانا عبدالکریم اعظمیؒ

مصنف..................... حبیب الرحمن الاعظمی ابراہیم پوری

فاضل دارالعلوم دیوبند

صفحات...................................۵۴

کتابت............................ رحمانی گرافکس (ابوالاسد القاسمی)

سالِ اشاعت................. محرم ۱۴۳۶ھ نومبر ۲۰۱۴ء

تعداد................................ گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت................................ ۶۰/روپیے

ناشر.................................. مکتبہ منیر، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

موبائل نمبر 08090707844

...........................................................................................

### ملنے کے پتے

(۱) مولانا محفوظ الرحمٰن کریمی، دکھن محلہ، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڈھ

(۲) مولانا امام الدین قاسمی، ایلم بازار، بیر بھوم، بنگال

(۳) مکتبہ منیر، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڈھ

(۴) مکتبہ صداقت، نوادہ، مبارک پور ضلع اعظم گڈھ

(۵) کاشانۂ رحمت، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڈھ

# عناوین تذکرہ

# پیشِ لفظ

ابراہیم پور ضلع اعظم گڈھ کے عظیم بزرگ، معروف عالم دین حضرت الحاج مولانا عبدالکریم صاحبؒ کے حالات اور کارناموں پر مشتمل یہ ''تذکرہ'' جو میں نے آپ کی وفات کے بعد لکھنا شروع کیا تھا، اکثر تدریسی مشغولیات کے سبب گھر رکھا رہا، اور تاخیر ہوتی رہی، سال رواں ۱۴۳۳ھ کے تعطیلِ رمضان میں جب میں وطن گیا تو ماموں جان حضرت مولانا محفوظ الرحمن صاحب کریمی قاسمی نے اُن لکھے ہوئے مضامین کو ملاحظہ فرمایا، اور اس کی باقاعدہ تسوید و تبییض کا حکم فرما کر مجھے اس تذکرہ کی تکمیل کا حوصلہ عطا کیا، چناں چہ عیدالفطر کے بعد اس عظیم کام سے بحمد اللہ فراغت ہوگئی، اور ''تذکرہ'' کا کام مکمل ہوگیا۔

حضرت ماموں جان مولانا محفوظ الرحمن صاحب کریمی نے اس تذکرہ کو اچھی طرح ملاحظہ فرمایا، اور ضرورت کی جگہوں پر تصحیح و اضافہ بھی فرمایا۔ آپ، حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ کے بڑے صاحب زادے ہیں، اور کئی سالوں تک بنگال کے مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ میں آپ نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی زیر سرپرستی تدریسی خدمات بھی انجام دی ہیں۔

صاحبِ تذکرہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ اِس حقیر کے 'نانا' تھے۔ آپ کی شفقت و محبت کا سایہ اس حقیر کے سروں پر برابر قائم تھا، آج دو سال مکمل ہونے کو ہیں کہ بندہ اپنے پیارے نانا جان کی شفقت و محبت سے محروم ہے، اور اپنے عظیم محسن و مربّی کی یاد میں غم زدہ ہو کر آنسو بہاتا ہے۔ اب جب کہ تدریسی زندگی اور تصنیفی میدان میں حالات کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، آپ کی یاد شدّت سے تڑپا رہی ہے، اور خیال ہوتا ہے کہ اگر آپ موجود ہوتے تو کتنی رہنمائی فرماتے، پریشانیوں میں آپ کی شفقت و ہمدردی ہمارے دلوں کا درماں بن جایا کرتی تھی، مگر آہ! ہم تو اس مخلص ہستی کو ایک طویل عرصہ ہوا، کھو بیٹھے، اور اس کی محبتوں کے سائے سے محروم ہوگئے۔

آپ کی یہ سوانح حیات، اور آپ کا یہ تذکرہ، کچھ اِس وجہ سے ہے کہ آپ میرے نانا جان تھے، جن کی شفقتیں ہم پر بے شمار تھیں۔ اور اہم وجہ یہ ہے کہ آپ موضع ابراہیم پور کے بڑے عالمِ دین تھے، جنھوں

نے مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے، اور اپنے علوم سے ہزاروں قلوب کو سیرابی بخشی۔

ہمارے اسلاف اور بزرگانِ دین کی زندگیاں، بعد کے لوگوں خصوصاً نئی نسل کے لیے منارۂ ہدایت، اور مشعلِ راہ ہیں، جن کے نقوشِ پا پر چل کر، اُمتِ مسلمہ آج بھی اپنی عظمتِ رفتہ کو حاصل کر سکتی ہے، اور اپنا کھویا ہوا وقار پا سکتی ہے۔

ہمارے بڑوں نے اپنے اوقات کی قدر کی، اسے بے کار ضائع نہ کیا، اور محنت کے ساتھ دینی کاموں میں لگے رہے، پھر دنیا نے دیکھا کہ انہوں نے انسانیت کے لیے قابلِ قدر خدمات انجام دیں، اور ہمیشہ کے لیے تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو گئے۔

نانا جان حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی ہستی بھی ایک متحرک اور فعّال ہستی تھی، آپ کی زندگی، ایک مثالی شخص کی زندگی تھی۔ آپ کے روشن کارنامے، آپ کی ہمہ جہت خدمات، اور آپ کی جامع مثالی حیات بعد کے لوگوں کے لیے ایک مشعلِ راہ ہے، جس سے لوگ زندگی کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کرتے رہیں گے، اور آپ اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں، اور اپنے ہزاروں شاگردوں کے قلوب میں زندہ رہیں گے۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

فقط..........

حبیب الرحمن الاعظمی ابراہیم پوری

فاضل دارالعلوم دیوبند

۲۸؍شوال ۱۴۳۳ھ یکشنبہ

۱۶؍ستمبر ۲۰۱۲ء قبل الظہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مولانا عبدالکریم صاحب اعظمی ابراہیم پوریؒ

(ولادت: ۱۳۴۵ھ/ وفات: ۱۴۳۲ھ)

ضلع اعظم گڈھ (یوپی) کی سرزمین کو حق تعالیٰ نے علم وادب اور فنون وصنعت کے لحاظ سے وہ زرخیزی عطا کی ہے، جس کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہے۔ اسی سرزمین سے علوم ومعرفت کے دریا بہادینے والے وہ نابغۂ روزگار علماء پیدا ہوئے، جنھوں نے دنیائے علم میں دھوم مچادی، اور اپنے فیوض سے عالم کو رعنائی بخشی۔ تفسیر وحدیث، فقہ وتصوف، سیرتِ نبوی، اور تاریخ وغیرہ اہم علوم میں یہاں کے علماء کرام کا ہمیشہ ایک ممتاز مقام رہا ہے۔ اس علاقے کے اہل علم افراد نے ملک وبیرونِ ملک ہر جگہ اپنی چھاپ چھوڑی ہے۔ سرزمین اعظم گڑھ کی اسی زرخیزی اور رفعتِ شان کو دیکھتے ہوئے علامہ اقبال سہیل اعظمیؒ نے یہ شعر کہا تھا ؎

اس خطۂ اعظم گڑھ پہ مگر فیضانِ تجلّی ہے یکسر

جو ذرّہ یہاں سے اٹھتا ہے، وہ نیّرِ اعظم ہوتا ہے

اسی ضلع اعظم گڑھ کی ایک مشہور بستی ''ابراہیم پور'' ہے، جو قصبہ مبارک پور سے جانبِ مشرق تین میل (پانچ کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس بستی کو راجہ سید ابراہیم نے بسایا، جن کا مزار بستی کے کنارے ایک ٹیلے پر اب بھی موجود ہے، اسی بستی کے ایک دین دار گھرانے اور دینی ماحول میں مولانا عبدالکریم صاحبؒ نے ۱۳۴۵ھ میں آنکھیں کھولیں۔

حضرت الحاج مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ابراہیم پور کی ایک عظیم ترین شخصیت تھی، موصوف اس علاقے اور اطراف کے علماء میں ممتاز مقام کے حامل تھے، خدا تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں خصوصیات وکمالات سے نوازا تھا، آپ کی پوری زندگی علوم دینیہ کی

نشر و اشاعت اور دین کی خدمت سے عبارت تھی، خدا نے آپ کی عمر میں برکت دی، اور آپ کو اسلام کی خدمت اور دیگر دینی کارناموں کی توفیق بخشی۔

## نام ونسب

آپ کا نام مولانا عبدالکریم بن حاجی محمد ضمیرؒ ہے، سلسلۂ نسب یوں ہے: مولانا عبدالکریم بن حاجی محمد ضمیر بن عبدالواحد بن منصور پہلوان بن شیخ محی الدین انصاریؒ۔

شیخ محی الدین صاحبؒ قصبہ جیّن پور، ضلع اعظم گڈھ کے اطراف کے گاؤں ''باسوپار'' کے تھے، وہاں سے آکر ابراہیم پور میں آباد ہو گئے، اُس وقت ابراہیم پور میں صرف چند مکانات تھے، پھر آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی گئی۔

منصور پہلوان بہت محنتی اور جفاکش انسان تھے، تجارت اُن کا پیشہ تھا، ایک روز بہت زیادہ سکے (روپیہ) لائے، اُن کے گھر ایک دھوبی رہتا تھا، گھر والوں کا پیارا اور معتمد آدمی تھا، اُس نے کہا کہ ''بابا! پیسے اور سکے تو ایک روز ختم ہو جائیں گے، اِن پیسوں سے تالاب میں مٹی ڈلوا دیجیے''۔ منصور پہلوان نے ان کی بات مان کر سارے پیسوں کی تالاب میں مٹی ڈلوادی، اور تالاب کا اکثر حصہ زمین بن گیا۔

جناب عبدالواحدؒ اور حاجی محمد ضمیر صاحبؒ بھی نیک لوگوں میں سے تھے، حاجی محمد ضمیر صاحب کو ''چہل حدیث'' زبانی یاد تھیں۔

## حصولِ تعلیم

ابراہیم پور میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے خلیفہ رُاشد اور ممتاز شاگرد مفکرِ قوم وملّت حضرت الحاج مولانا محمد منیر صاحب قدس سرہ نے ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں اپنے دستِ مبارک سے مدرسہ عربیہ فیض العلوم کی بنیاد رکھی،

جس میں بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم کا نظم بھی تھا۔ حضرت اقدس مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ نے ابتدائی تعلیم (مکتب کی پڑھائی) اسی مدرسہ میں حاصل کی، پھر یہیں فارسی وابتدائی عربی کے بعد مبارک پور کے مرکزِ علم وعرفاں جامعہ عربیہ احیاء العلوم میں داخلہ لے کر حصولِ تعلیم اور تحصیل علوم نبوت میں مشغول ہو گئے، اور چار پانچ سال یہاں رہ کر تعلیم حاصل کی، پھر کچھ دنوں کے لیے مئو چلے گئے۔

## جامعہ مفتاح العلوم مئو میں داخلہ

## اور... حضرت محدث اعظمیؒ سے شرفِ تلمذ

ضلع مئو (یوپی) کا ایک قدیم دینی ادارہ ہے: جامعہ عربیہ مفتاح العلوم شاہی کٹرہ مئو، جہاں دینی علوم ومعارف کی تحصیل کے بعد بڑے بڑے رجالِ کار تیار ہوئے، اور مختلف شعبہائے حیات میں نمایاں کارنامے انجام دے کر آسمانِ علم وفن کے درخشندہ ستارے کہلائے۔

سنہ ۱۳۶۳ھ مطابق سنہ ۱۹۴۳ء کا ہنگامہ خیز زمانہ تھا، محدثِ کبیر ابوالمآثر حضرت اقدس مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ (۱۹۰۱ء/ ۱۹۹۲ء) اُس وقت اسی مفتاح العلوم مئو کے مسندِ تدریس پر جلوہ افروز تھے، اور اپنی علمی ودینی تحقیقات اور عظیم الشان خدمات سے عالمِ اسلام اور مسلمانانِ ہند کے دلوں میں اپنی عظمت ورفعت کا سکّہ بٹھا رہے تھے۔

قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ حق تعالیٰ نے حضرت مولانا عبدالکریم ابراہیم پوریؒ کے مقدّر میں بھی حضرت محدثِ کبیر مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا لکھ دیا تھا، مولانا عبدالکریم صاحبؒ احیاء العلوم مبارکپور میں زیر تعلیم تھے، اور ابراہیم پور کے دو مرحوم علماء مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ اور مولانا دین محمد صاحبؒ اس وقت پہلے سے ہی جامعہ مفتاح العلوم مئو میں اپنی علمی تشنگی بجھا رہے تھے، اِن بزرگوں کے ساتھ مولانا عبدالکریم ابراہیم پوریؒ بھی جامعہ مفتاح العلوم مئو

میں تشریف لے گئے، اُس وقت مختصر المعانی نامی کتاب آپ نے مجاہد آزادی نامور عالم اور مناظر: شیر مئو حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نعمانیؒ (م ۱۹۷۳ء) سے پڑھی، اور محدثِ جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ سے ''ھدایہ اولین'' پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

## احیاء العلوم واپسی اور فراغت

پھر چند ماہ بعد وطن سے دوری کی بنا پر دوبارہ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور واپس آگئے، اور یہیں سے دورۂ حدیث کی تعلیم مکمل کر کے ۱۳۶۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور، جو ضلع اعظم گڑھ کا ایک مشہور و معروف قدیم دینی ادارہ ہے، اس مدرسہ کو قرب و جوار کے مسلمانوں کے لیے مرکزیت و مرجعیّت کا درجہ حاصل ہے، یہاں سے بڑے بڑے علماء و صلحاء اور عظیم نابغۂ روزگار شخصیات نے فیض حاصل کر کے دینی و علمی اور سماجی خدمات انجام دی ہیں۔

جامعہ عربیہ احیاء العلوم میں پہلی مرتبہ دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا، جس کی پہلی کھیپ میں مولانا عبدالحکیم صاحب جین پوری اعظمیؒ سابق ناظم جامع العلوم جین پور اعظم گڑھ بھی تھے، اس کے بعد دورۂ حدیث کا سلسلہ موقوف ہو گیا تھا، پھر دوسری مرتبہ عرصۂ دراز کے بعد دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا، جس کی پہلی کھیپ میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب اعظمی ابراہیم پوریؒ بھی شامل تھے۔

جامعہ عربیہ احیاء العلوم میں حصولِ تعلیم کے دوران ''قدوری'' کے سال آپ کا عقدِ مسنون حضرت مولانا محمد منیر صاحب اعظمی ابراہیم پوریؒ (۱۸۹۴ء/ ۱۹۷۲ء) کی نیک سیرت اور ہونہار صاحبزادی عائشہ خاتون کے ساتھ ہوا۔

جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں دوسری مرتبہ دورۂ حدیث شریف کے قیام سے پہلے

مولانا عبدالکریم صاحبؒ دارالعلوم دیوبند بغرضِ داخلہ جانے والے تھے، مگر جامعہ میں استاذ العلماء مولانا محمد عمر مبارکپوریؒ (۱۹۰۹ء/ ۱۹۹۵ء) اور دیگر اساتذہ نے کہا کہ یہیں احیاء العلوم میں رک جاؤ، دورۂ حدیث شریف قائم ہوگا۔ غرض اساتذہ کے کہنے پر تعمیلِ حکم میں آپ نے احیاء العلوم مبارک پور میں دورۂ حدیث کی تعلیم حاصل کی، اور ماہ رجب ۱۳۶۵ھ میں تقریباً بیس سال کی عمر میں دورۂ حدیث شریف کا امتحان دے کر سندِ فراغت سے سرفراز ہوئے۔

جامعہ عربیہ احیاء العلوم میں دورۂ حدیث شریف کے سال آپ نے حضرت مولانا شیخ عبدالغنی بارہ بنکویؒ سے بخاری شریف اور حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارکپوریؒ (م ۱۹۸۳ء) سے مسلم شریف پڑھی۔

## اساتذۂ کرام

آپؒ کے اساتذہ میں بڑے بڑے اساطین علم وفن اور جبال علم ومعرفت علماء اور بزرگان دین ہیں، بڑی ہستیوں کے مقام ومرتبہ اور عظمت ورفعت کا اندازہ اُن کے عظیم اساتذۂ کرام، مربّی حضرات اور اکابر بزرگانِ دین سے ہوتا ہے، اللہ نے حضرتِ اقدس مولانا عبدالکریم صاحب ابراہیم پوریؒ کو بھی بڑے عظیم، بزرگ اور اپنے وقت کے نامور اساتذہ سے کسبِ فیض اور صحبت کا شرف بخشا.... آپ نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، اُن میں سے چند معروف ہستیوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

☆ محدثِ کبیر، ابوالمآثر حضرت اقدس مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ امیر الہند اوّل۔

☆ مجاہدِ آزادی، مناظر اسلام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نعمانیؒ۔

☆ حضرت اقدس مولانا شیخ عبدالغنی صاحب بارہ بنکویؒ۔

☆ محسنِ ملت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارکپوریؒ (م ۱۴۰۴ھ)

تلمیذ خاص خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۲ھ)۔

☆ مورّخِ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ۔

☆ حضرت مولانا شمس الدین صاحب مبارکپوریؒ۔

☆ حضرت مولانا محمد عمر صاحب مبارکپوریؒ۔

☆ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب مبارکپوریؒ۔

## درس وتدریس

حصولِ تعلیم سے فراغت کے بعد "بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً" کے پیش نظر دین کی خدمت اور قرآن وحدیث کی اشاعت کے لیے درس وتدریس کا آغاز فرمایا، سب سے پہلے ضلع مئو کے علاقہ کھرہٹ (khurhat) کے ایک گاؤں پلیا (palya) میں کچھ عرصہ دینی تعلیم دی، پھر تقریباً دو سال تک گھر رہ کر کارخانہ (کرگھہ hand loom) چلوایا، جس سے بہت نفع ہوا، مگر شیدائے علومِ نبوت کے لیے یہ بات بڑی شاق تھی کہ تعلیم وتعلّم کی راہِ مقدس اور درس وتدریس کی مبارک سبیل چھوڑ کر کوئی اور کام کرے، ہمیشہ آپ کی دلی خواہش ہوتی کہ کسی عربی مدرسہ میں مدرس ہوتا اور دین کی خدمت احسن طریقے سے کرتا، چناں چہ آپ نے رہبرِ قوم، مفکر ملّت حضرت مولانا محمد منیر صاحبؒ سے بذریعہ خط اس سلسلے میں بات کی، جو آپ کے خسر اور زبردست عالم دین تھے، حضرت مولانا محمد منیر صاحب اس وقت بنگال کے مشہور علاقہ بیل گچھیا (belgachhiya) کلکتہ میں مدرس اور امام تھے، آپ کا خط پا کر بہت خوش ہوئے، اور جب مقام گھوڑیسہ ضلع بیر بھوم بنگال میں مدرسہ عالیہ کے لیے ایک عربی استاذ کی ضرورت ہوئی تو آپ نے بذریعہ خط مولانا عبد الکریم صاحبؒ کو گھوڑیسہ پہونچنے کا حکم دیا، خط پاتے ہی مولانا عبد الکریم صاحبؒ نے تمام کارخانوں کو چھوڑ کر گھوڑیسہ پہونچنا ضروری سمجھا، بالآخر آپ گھوڑیسہ میں غیر مقلدین (اہلِ حدیث) کے مدرسہ میں غالباً ستر (۷۰)

روپے مشاہرہ پر مدرس مقرر ہو گئے، اور دو سال تک وہاں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔

اگر چہ اُس مدرسۂ اہل حدیث میں کبھی آپ کا کسی سے اختلاف نہیں ہوا، بل کہ سب لوگ آپ کے ساتھ اخلاص و محبت سے پیش آتے، اور جلسہ وغیرہ میں آپ کو اپنے ساتھ لے جانے میں فخر محسوس کرتے، مگر آپ کو اہل حدیث مدرسہ میں رہنا اچھا نہیں لگا، اور آپ نے بقر عید کی چھٹیوں میں استعفیٰ دے دیا کہ میں چھٹی بعد مدرسہ نہیں آسکوں گا، بعد میں لوگوں نے بہت اصرار بھی کیا کہ... آپ ہمیں نہ چھوڑیے، ہم آپ کی ہر خواہش پوری کرنے کو تیار ہیں...! مگر آپ نے کوئی خواہش ظاہر نہ فرمائی، اور وہاں سے گھر آ گئے۔

## مدرسہ حنفیہ گھوڑیسہ میں

گھوڑیسہ میں ایک مدرسہ نظامیہ بہت پہلے سے چلتا تھا، مگر اُس وقت بعض مفاد پرست عناصر اور ناعاقبت اندیشوں کی فتنہ پروری کے سبب وہ مدرسہ زوال کا شکار ہو کر ختم ہو چکا تھا، اور اس کا نام و نشان مٹ چکا تھا، اتفاقاً اُس مدرسہ قدیم کے ایک خیر خواہ جناب ماسٹر عبد الباری صاحب کی بیر بھوم میں مولانا عبد الکریم صاحب سے ملاقات ہو گئی، بات چیت سے معلوم ہوا کہ آپ حنفی المسلک ہیں تو اُنہیں اپنے مدرسہ کی تعمیر جدید کا سنہرا خواب مکمل ہوتا نظر آیا، انہوں نے اصرار کیا کہ آپ غیر مقلدین کے مدرسہ سے الگ ہو جائیں، اور ہمارے مدرسہ کو نئے سرے سے آباد فرما کر یہاں دینی تعلیم اور حنفیت کی حفاظت کا انتظام فرمائیں...!

چناں چہ تعطیل عید الاضحیٰ میں، جب کہ آپ مدرسہ عالیہ سے مستعفی ہو کر گھر قیام فرما تھے کہ ماسٹر عبد الباری صاحب کا خط آیا کہ آپ گھوڑیسہ کے مدرسہ حنفیہ میں تشریف لائیے، اور مدرسہ کی بنیاد اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھیے....!

آپ نے دوبارہ گھوڑیسہ کا سفر کیا، اور وہاں جا کر مدرسہ حنفیہ کی نئے سرے سے بنیاد رکھی،

جب کہ پہلے اُس کا نام ونشان مٹ چکا تھا، آپ نے وہاں پر ابتداء سے بچوں کی تعلیم کا مکمل انتظام کیا، مدرسہ حنفیہ میں آپ کی تنخواہ اسّی (۸۰) روپیے طے ہوئی۔

اس حنفی مدرسہ کا نام "مدرسہ احمدیہ حنفیہ گھوڑیسہ" تھا، ضلع بیر بھوم کے اس مدرسہ میں آپ نے علوم ومعارف کے چشمے جاری کردیے، اور انتہائی محنت ولگن کے ساتھ مدرسہ کو ترقی دی، آپ کے ذریعے وہاں عربی درجات کی تعلیم بھی شروع ہوگئی، اور حفظ وعربی کے اساتذہ بھی آگئے۔

شعبۂ حفظ وقرات میں مبارکپور کے حافظ وقاری عبدالقیوم صاحب مبارکپوری کا تقرر ہوا، اور درجہ عربی میں مولانا محمد زبیر صاحب معروفی کو مدرس مقرر کیا گیا، جو ابھی دیوبند سے پڑھ کر فارغ ہوئے تھے، نہایت ذہین اور سمجھدار آدمی تھے، آپ کے تعلقات مولانا عبدالکریم صاحب کے ساتھ بہت اچھے تھے.... الغرض اِن تینوں بزرگوں کی محنت سے مدرسہ کی روٹھی بہار لوٹ آئی، اور خدا کے فضل وکرم سے شب وروز، مدرسہ کے درودیوار قال اللہ اور قال الرسول کی روح پرور صداؤں سے گونجنے لگے، اور مدرسہ نہایت تیزی کے ساتھ ترقی کرنے لگا۔

## گھوڑیسہ کے مشہور تلامذہ

اس وقت وہاں کے مشہور تلامذہ میں طوطئ بنگال مولانا حاجی احمد حسین صاحب، مولانا بدرالدین ازہری، شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ، اور شیخ الحدیث مولانا طالب علی صاحب قاسمی نائب صدر جمعیۃ علماء بنگال ہیں۔

(۱) مولانا احمد حسین صاحب ضلع ہوڑہ کے رہنے والے تھے، جو مولانا عبدالکریم صاحبؒ کے اوّلین تلامذہ میں سے ہیں، بنگال کے بہت بڑے مقرر شمار کیے جاتے تھے، انہوں نے اپنے ادب وتہذیب، عقیدت ومحبت اور سلیقہ مندی کی برکت سے آپؒ سے خوب فیض حاصل کیا، اور بہت بلند رتبے کو پہونچے، حجاج کرام کو حج کرانے لے جانے کی سعادت بھی موصوف کو حاصل رہی ہے۔

(۲) مولانا طالب علی قاسمی نے دارالعلوم دیوبند سے اول پوزیشن، اعلیٰ ڈویژن سے پاس کیا، اوراپنے علاقہ میں بہت بڑا دینی مدرسہ قائم کیا، پورے بنگال میں آپ کی مجاہدانہ تقریروں کا ڈنکا بجتا تھا، اور دُور دُور تک آپ کے سرفروشانہ بیانات کا شہرہ تھا۔

(۳) مولانا بدرالدین ازھری نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جامعہ ازھر مصر میں داخلہ لیا، اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں پروفیسر مقرر ہوئے، بعدہٗ شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔

## مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ کا قیام (۱۹۵۵ء)

چند سال تک "مدرسہ احمدیہ حنفیہ گھوڑیسہ" میں تدریس کے ساتھ صدرالمدرسین کے عظیم منصب پر فائز رہے، اوربحسن وخوبی ادارہ کی ترقی کے لیے سدا کوشاں رہے، اس کے بعد مدرسہ کے نظام میں کچھ خلل واقع ہوگیا، اور ممبرانِ مدرسہ میں ذاتی مفادات کی خاطر شدید اختلاف ہوگیا، مدرسہ کے سکریٹری حاجی مرشد منڈل بہت نیک، سنجیدہ اوردوربیں آدمی تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ کوئی سنجیدگی سے بات نہیں کرتا، اور سب لوگ طلبہ واساتذہ کے درپۓ آزار ہیں، تو آپ نے اُس مدرسہ کو چھوڑ دیا، اور نبگرام آگئے، چند سنجیدہ اور خیرخواہ ممبران بھی وہیں آگئے، اس طرح حاجی مرشد صاحب مدرسہ کے جنرل سکریٹری اورحاجی محمد صدیق خزانچی اور کچھ اہم اراکین ایک ساتھ جمع ہوگئے۔

حاجی مرشد منڈل نے حاضرین سے کہا کہ میں آج سے گھوڑیسہ مدرسہ کا سکریٹری نہیں ہوں، اوراپنی جائداد میں سے اِس باغ کو مدرسہ کے لیے وقف کرتا ہوں، اگر آپ لوگ میرا ساتھ دیں تو میں حاضر ہوں، ورنہ آپ لوگ جاکر گھوڑیسہ کے مدرسہ کو چلا سکتے ہیں، تمام لوگوں نے حاجی صاحب کی بات سے اتفاق کیا، اور آپ کا مکمل ساتھ دینے کے لیے تیار ہوگئے۔

مدرسہ حنفیہ کے تمام مدرسین اور طلبہ نبگرام آگئے تھے، مولانا عبدالکریم صاحبؒ اُس وقت

مدرسہ کے کسی کام سے سفر میں گئے ہوئے تھے، سفر سے واپس آئے تو مدرسہ کے حالات سے مطلع ہوئے، لوگ آپ کو نبگرام لائے، اور سب لوگوں کے اتفاق سے آپ نے نبگرام اور باگل بٹی کے درمیان حاجی مرشد صاحب کے زیر ملکیت بہت بڑے باغ میں مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

اہل علم کے لیے تعلیم وتدریس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہوگی . . !؟ خود مصلحِ اعظم، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس راہ کو بہترین راہ، اور اِس راہ کے راہی کو بہترین انسان قرار دیا ہے، ارشادِ نبوی ہے: {خَيْرُ كُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ} "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔" جب زبانِ رسالت نے اُن کو عمدہ انسان قرار دیا تو ان کے فضائل ومناقب اور اُن کی عظمت و برتری میں کسے اور کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔۔؟ دوسری رِوایت میں ارشاد ہے {مَنْ سَلَکَ طَرِیْقاً یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْماً سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقاً اِلَی الْجَنَّۃِ} "جو شخص علم کی تلاش میں کسی راہ پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں"۔

نبگرام کے باغ میں مقیم یہ چند نفوس اخلاص وللّٰہیت کے جذبے سے سرشار تھے، اُن کے قلوب تقویٰ وطہارت سے لبریز تھے، دل میں علوم نبوت کے تئیں یہ ولولہ تھا کہ لاکھ مصائب وآلام کی آندھیاں چلیں، طوفانِ بلاخیز سر اُٹھائیں، مگر علوم نبوت کی نشر واشاعت ہی اپنا مشغلہ ہوگا، اسی میں زندگی کے ایام گزارنے ہیں، اسی میں رہ کر احادیث وقرآن میں مذکور فضائل کا مصداق بننا ہے۔

جب دل میں علومِ نبوت کی محبت اور اس کی اشاعت کا جذبہ ہو تو عمارت اور کمرے نہیں دیکھے جاتے، بل کہ انار کے درخت کے نیچے بھی ایک ملاّ درس وتدریس میں مشغول نظر آتا ہے، پھر دنیا کی نگاہوں نے دیکھا کہ انار کے درخت کے نیچے شروع ہونے والے اس "دارالعلوم دیوبند" نے پورے عالم کو اپنے علمی فیضان سے سیراب کیا۔ مدرسہ، عمارتوں اور بلڈنگوں کا نام نہیں ہوتا، یہ تو استاذ وشاگرد کے اس مجموعے کا نام ہوتا ہے، جو بے نیازی کے ساتھ تعلیم وتعلّم میں لگے رہتے ہیں، اور اسلام کی حفاظت وصیانت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

نبگرام کے باغ میں بیٹھے یہ چند نفوس اہل دل اور صاحبِ تقویٰ تھے، خدا تعالیٰ نے اُن کے قلوب میں اسی جگہ قیامِ مدرسہ کا الہام فرمایا تھا، پرانے مدرسہ کے طلبہ بھی حضرت والا کی ذات گرامی کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کے لیے کشاں کشاں اِسی جگہ آ گئے، اور یہ چمنستان، جو پرندوں کی چہچہاہٹ سے باغِ اِرَم بنا ہوا تھا، اب قال اللہ و قال الرسول کی دل آویز صداؤں سے گونج اٹھا، ہر طرف علوم و معارف کے خوش گوار جھونکے چلنے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ چمن زار علوم نبوت کے نغموں کی گونج سے باغ و بہار بن گیا، چوں کہ گھوڑیسہ کے مدرسہ سے ہر طالب علم نبگرام آ گیا تھا، یک بیک طلبہ کی کثرت کی وجہ سے اُن کو نبگرام کے لوگوں پر تقسیم کرنا پڑا، ہر گھر میں ایک دو طالب علم رہنے لگے، اور تعلیمی اوقات میں مذکورہ باغ میں جا کر درختوں کے سائے میں تعلیم حاصل کرنے لگے، رات کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ، فرہاد منڈل کے مہمان خانہ میں اور مولانا محمد زبیر صاحب، ماسٹر جان علی صاحب کے مکان پر مقیم ہوتے، کچھ طلبہ حاجی سلطان صاحب کے گھر رہتے، اور کچھ طلبہ ماسٹر جان علی صاحب کے مکان کی چھت پر محوِ استراحت ہوتے، اور تعلیم اسی چمن زار باغ میں آم کے درختوں کے نیچے جاری تھی، خدا کی نصرت و مدد دیکھیے کہ اس کی امدادِ غیبی اور شانِ کریمی سے مدرسہ کی عمارت کا بھی انتظام ہو گیا، حاجی محمد سلطان صاحب باگل پٹی کے بہت بڑے زمین دار اور کئی بھٹوں کے مالک تھے، انہوں نے تین کمروں کے لیے اینٹ عنایت کی، اور جلال نگر کے حاجی عبداللہ صاحب نے بانس اور چھت کے لیے ٹین کا انتظام کر دیا، اُدھر علاقے کے لوگوں نے مدرسہ کا دامے دِرمے، سخنے ہر طرح سے تعاون کر کے اپنے جذبۂ محبت اور دینی ولولے کا ثبوت دیا، وقت گزرتا رہا اور عمارت کی تعمیر کا کام ہوتا رہا، دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً تین کمروں کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا، کمروں کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد سب اساتذہ و طلبہ مدرسہ کی عمارت میں مقیم ہو گئے، دریں اثناء ایک بزرگ حافظ گھسانی صاحب تشریف لائے تھے، اہل

مدرسہ نے ایک جلسہ طے کر رکھا تھا، بہت بڑا جلسہ تھا، حافظ صاحبؒ مدرسہ کے اس پہلے اجلاس میں آئے تھے، انہوں نے اس مدرسہ کا نام "دارالعلوم نعمانیہ" رکھا، جو خدا کے فضل وکرم سے اپنے سن تاسیس ۱۹۵۵ء سے ہی روز افزوں ترقی پذیر رہا، اور یوں یہ دینی ادارہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ کی زیر نگرانی تعلیم کے چراغ روشن کرتا رہا۔

دارالعلوم نعمانیہ نے اپنے قیام کے روزِ اول سے ہی اپنا ہدف اور مقصد متعین کر رکھا تھا، پھر اُسی نہج پر سدا گامزن رہا، اِس ادارہ کے ذریعہ علاقہ میں پھیلی ہوئی بدعات وخرافات کافور ہوتی چلی گئیں، اور لوگ راہِ ہدایت اپنا کر دین دار مسلمان بن گئے۔ اِس مدرسہ نے جہاں ایک طرف اشاعتِ قرآن وحدیث اور صیانتِ علوم اسلامیہ کا فریضہ انجام دیا، وہیں دوسری طرف علاقہ بیر بھوم (بنگال) اور اطراف سے برائیوں کو دُور کرنے کی ذمہ داری بھی نبھائی۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نورَ اللہ مرقدہٗ کے ہاتھوں قائم شدہ یہ دینی ادارہ رفتہ رفتہ مرجعِ خلائق بن گیا، جہاں دُور دُور سے تشنگانِ علوم نبوت آتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے، بنگال کے ضلع بیر بھوم میں "مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ" کی بناء وتعمیر آپ کا وہ عظیم کارنامہ اور زبردست احسان ہے، جسے اہلِ بنگال کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

## جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں تدریسی خدمات

بنگال کے زمانۂ قیام کے دوران ایک مرتبہ آپ اپنے وطن ابراہیم پور (اعظم گڑھ) آئے، اور یہاں 'یرقان' کی بڑی بیماری میں مبتلا ہو گئے، اِس شدید مجبوری کے سبب آپ نے دارالعلوم نعمانیہ سے رخصت لے لی اور وہاں سے مستعفی ہو گئے، اِدھر مادرِ علمی جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور نے اپنی آغوشِ محبت آپ کے لیے خالی کر دی، چناں چہ آپ صحت وتندرسی کے بعد اپنے اکابر واساتذہ کے مشورہ سے احیاء العلوم مبارکپور میں ۱۹۶۹ء میں بمشاہرہ سو [۱۰۰] رُوپیے عُلیا کے مدرس مقرر

ہوئے، اور بحسن وخوبی چار سال تک یہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔

احیاء العلوم کے زمانۂ تدریس میں ’ابوداؤد شریف، جلالین شریف، قدوری، ترجمہ قرآن، ہدیہ سعیدیہ، ملاحسن وغیرہ جیسی اہم کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔

## احیاء العلوم مبارک پور کے مشہور تلامذہ

اُس وقت کے آپ کے شاگردوں میں بالخصوص (۱) محسن ملت، فقیہ العصر حضرت الاستاذ مولانا مفتی جمیل احمد نذیری، مرتب فتاویٰ احیاء العلوم ومہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارک پور (۲) نمونۂ سلف مولانا مفتی محمد امین صاحب استاذ ومفتی جامعہ عربیہ احیاء العلوم (۳) مولانا عبدالمعید ناظم جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور (۴) مولانا مفتی احمد الراشد مبارکپوری (۵) مولانا قاضی سلمان مبشر مبارکپوری (۶) مولانا لیاقت علی شیخ الحدیث مدرسہ مصباح العلوم کوپا گنج (۷) مولانا ریاض احمد قاسمی ابراہیم پوریؒ (۸) مولانا محمد ہارون نعمانیؒ (وفات: محرم ۱۴۳۲ھ، جنوری ۲۰۱۱ء) بانی مدرسہ مظہر العلوم اتر محلہ ابراہیم پور (۹) مولانا قاری اشفاق احمد ابراہیم پوری استاذ تجوید وقرأت جامعہ عربیہ احیاء العلوم (۱۰) مولانا بدر عالم ابراہیم پوری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

## دار العلوم نعمانیہ نبگرام بنگال واپسی

احیاء العلوم میں مدّرسی کے زمانے میں بنگال سے خطوط اور رجسٹری کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا تھا، جس میں لوگ آپ سے بنگال واپس آنے کی درخواست کرتے، اور کہتے تھے کہ: آپ کا لگایا ہوا چمن خشک ہورہا ہے.... پتے سوکھ رہے ہیں.... آیئے....! اِس کی سینچائی کیجئے، اور اِسے سیرابی عطا کیجئے....!

آخر میں ایک رجسٹری خط آپ کے نام آیا، جس نے آپ کی ذات کو ہلا کر رکھ دیا، ۳۰/۳۵ لوگوں کے دستخط کے ساتھ اس خط میں یہ الفاظ تھے کہ ”اب مدرسہ بند ہوگیا ہے،

اب آ کر آپ ہی اسے دیکھیے اور چلائیے۔ ۔ ۔!" اِن الفاظ نے آپ کے ذہن و دماغ میں انقلاب برپا کردیا، خون پسینے سے سینچا گیا باغ سوکھ رہا تھا، اور آپ کے سوا کوئی دوسرا اُس کی صحیح آبیاری کرنے والا نہ تھا، مگر خدا کو اس چمنستان اسلام اور گلستان علوم نبوت کا باقی رکھنا مقصود تھا، اور وہ بھی آپ کے ذریعے سے، آپ کو اس کا روحِ رواں بنا کر۔ ۔ ۔ ۔!!

چناں چہ ۱۹۷۳ء میں عید الاضحیٰ کی تعطیل میں آپ نے احیاء العلوم مبارکپور کو خیر آباد کہا، اور مستقل طور پر اپنے مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ ایلم بازار، نبگرام، ضلع بیر بھوم مغربی بنگال چلے گئے، اور وہاں رہ کر اس مدرسہ کی تعمیر و ترقی، اس گلشن اسلام کی سینچائی اور آب یاری میں مشغول ہو گئے، اور اپنی مبارک زندگی کے تقریباً پچپن (۵۵) سال بنگال میں درس و تدریس اور دعوت و اصلاح کے مقدس اعمال میں لگ کر گزار دیے۔

## دارالعلوم نعمانیہ نبگرام کے مشہور تلامذہ

بنگال کے اِس عظیم دینی ادارہ میں درس و تدریس اور تعلیم کتاب و سنت کے ذریعے آپ نے اپنی ذات سے سینکڑوں ہزاروں ایسے افراد تیار کردیے، جو دین کی مختلف طریقوں سے خدمات انجام دے رہے ہیں، اور آپ کے لیے بہترین صدقہ جاریہ ثابت ہو رہے ہیں۔

آپ کے فیض یافتگان اور تلامذہ کا شمار اور اِحاطہ تو مشکل اَمر ہے، مگر یہاں نمونے کے طور پر چند مشہور تلامذہ اور شاگردوں کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

دارالعلوم نعمانیہ نبگرام کے مشہور تلامذہ میں (۱) پیر طریقت مولانا محمد قاسم بردوانی، صدر مدرس مدرسہ عالیہ نوتن گرام (۲) مولانا عبد المنان قاسمی علیگ، پروفیسر مدرسہ عالیہ کلکتہ (۳) جامع معقول و منقول مولانا محمد بلال مظاہری بانی مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم سوت سال (۴) الحاج مولانا حافظ مفتی سیف اللہ قاسمی امام و خطیب کوٹ والی مسجد اولو بیڑیا (۵) مولانا علی اکبر پرنسپل مدرسہ عالیہ صادقیہ

اولوبیڑیا ضلع ہوڑہ (٦) مرشد طریقت مولانا معین الدین قاسمی، بانی وناظم مدرسہ حیات العلوم کانوڑ ضلع بیربھوم (٧) مولانا قاری امام الدین قاسمی ایلم بازار (٨) مولانا صوفی نورالزماں مرحوم بانی ومہتمم اول مدرسہ عربیہ کنز العلوم کُنوم گڑیا ضلع بیربھوم (٩) اور مولانا حافظ قاری سہراب حسین صاحب قاسمی بانی ومہتمم مدرسہ حسینیہ کرشن نگر ضلع ندیا وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

اِن مشاہیر کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے تلامذہ پورے بنگال میں اور بیرون بنگال دُور دُور تک پھیلے ہوئے ہیں، حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ کبھی کبھی خود ہی اپنے شاگردوں کے درمیان تحدیثِ نعمت کے طور پر کہا کرتے تھے کہ: اللہ کی رحمت سے میرے شاگرد پھونک پھونک کر مجھے جنت میں پہونچادیں گے.... انشاءاللہ....!

آپ سے پڑھے ہوئے ہزاروں شاگرد اور بے شمار فیض یافتہ افراد ہیں، جن کی دینی وعلمی، دعوتی وسماجی خدمات آپ کے لیے یقیناً ذخیرۂ آخرت ہوں گی، اور آپ کے لیے محشر میں باعثِ فخر اور لائقِ اعزاز بھی۔

## بیعت وخلافت

بنگال کے مشہور عالم دین ہیں حضرت مولانا قاضی ابوصالح صاحب اولان پاڑہ، جو محی السنۃ حضرت اقدس مولانا محمد منیر صاحب اعظمی ابراہیم پوری قدس سرہٗ کے ممتاز خلفاء میں سے ہیں، نہایت بزرگ، بڑے عالم اور صاحبِ تقویٰ وطہارت ہیں، حضرت مولانا الحاج عبدالکریم صاحب ابراہیم پوری رحمۃ اللہ علیہ سلوک وتصوف کے میدان میں مولانا قاضی ابوصالح صاحب سے بیعت ہوکر آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے، اور خدا کے فضل وکرم سے آپ کو قاضی صاحب کی طرف سے اجازت وخلافت کا تمغہ بھی حاصل تھا، مگر آپ اپنے محبوب عمل ''درس و تدریس'' میں لگے رہے، اور اُسی میں مشغول رہ کر زندگی گذاری۔

اللہ نے آپ کو بے پناہ مقبولیت دی تھی، ہر دل میں آپ کے لیے احترام تھا، لوگ آپ کے گرویدہ اور بے حد عقیدت مند تھے، آپ اپنی مجلسوں میں وعظ و نصیحت کرتے، جلسوں میں تقریریں کرتے، لوگ آپ کی ذات سے خوب خوب مستفید ہوتے، آپ کی باتوں سے نفع حاصل کرتے، اور حکمت و دانائی، علم و ہدایت کے موتیوں سے اپنے دامنِ مراد کو بھرتے، بنگال میں رہتے ہوئے بہت سے لوگوں نے آپ کے دستِ حق پر بیعت ہو کر گناہوں سے توبہ کی، اور تقویٰ و طہارت، اصلاحِ نفس اور نیک اعمال میں مشغول ہو گئے۔

## قاضی ابو صالح کا ایک خط بنام مولانا عبد الکریم صاحب:

۱۶ر دسمبر ۱۹۷۸ء جناب مولانا عبد الکریم صاحب زید اخلاصکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج مبارک؟

آپ کا ارسال کردہ محبت نامہ موصول ہوا تھا، بروقت جواب بھی دیا تھا، غالباً آپ کو مل گیا ہوگا۔ بقولِ سابق اس یتیم لڑکے کو بھیج رہا ہوں، حتی الامکان کوشش کر کے مفت میں طعام و قیام کا انتظام فرما کر ممنون فرماویں۔ والسلام خیر ختام احقر قاضی ابو صالح عفی عنہ

## مولانا عبد الکریم صاحبؒ: بحیثیت مناظرِ اسلام

فرقِ باطلہ کی طرف سے ہونے والی یلغار کو روکنے، گمراہ فرقوں کے اعتراضات کا جواب دینے اور نخلِ اسلام کی حفاظت و آبیاری کرنے کے لئے ہر دَور میں اہل حق میدان میں آتے رہے، اور باطل کی اکڑفوں کو پارہ پارہ کر کے حق و صداقت کا پرچم بلند کرتے رہے، تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اِس اخیر زمانے میں جماعتِ منصورہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند نے ہر سطح اور ہر محاذ پر باطل کا مقابلہ کیا، ظلمتوں کو کافور کیا، سنتوں کے چراغ جلا کر عالم کو ہدایت سے معمور کیا، دلوں سے زیغ و ضلال کو دور کیا، اور ذہن و دماغ کو معطر و پرنور کیا۔

حضرت الحاج مولانا عبدالکریم صاحب اعظمیؒ بھی اپنے بزرگوں کے جانشیں تھے، دارالعلوم دیوبند کے ترجمان، علماء دیوبند کے عقیدت منداور اکابرِ دیوبند کے پیرو تھے، آپؒ نے بھی پرچم حق کے تحفظ و برتری اور بدعات و گمراہی کے قلع قمع کے لیے اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گمراہ فرقوں سے کئی مناظرے کیے، اور احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ہر میدان میں پرچم حق کو بلند کیا، دجل وفریب اور باطل کی مکاریوں کے پردہ کو چاک کیا، اسلام کی صداقت وحقانیت کو عیاں کیا، اور اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں سے دلائل وبراہین کے ذریعہ اپنے کلام کو مدلّل کر کے میدان مناظرہ فتح کرلیا۔

الحاصل آپ ایک باکمال مدرس ومعلم، باوصف منتظم، کامیاب خطیب، بہترین مفکر، اور عظیم ترین عالمِ دین ہونے کے ساتھ ہی بلند پایہ اور اولوالعزم مناظر بھی تھے، آپ کی علمی صلاحیتوں کا شہرہ چاردانگِ عالم میں پھیلا ہوا تھا، آپ جہاں جاتے لوگ آپ کو پلکوں پہ بٹھاتے، آپ کی شخصیت اہلِ باطل کے لیے ایک رعد کے مانند تھی؛ جس کی کڑک اور خطابی گرج سے بدعتی قلوب تھرّا جاتے، آپ کی آمد کا ذکر سن کر اُن کے بدن کانپ جاتے، دل لرز جاتے اور زبانیں گنگ ہوجاتیں، مگر میدانِ مناظرہ کا یہ فاتح شہ سوار، دینِ حنیف کا بے لوث فدائی، گمراہوں کو راہ ہدایت دکھاتا، اُن کو اندھیروں سے نکال کر اُجالے میں لانے کی کوشش کرتا، سعید روحیں بدعات وخرافات اور باطل کے دلدل سے نکل کر دامنِ حق سے وابستہ ہوگئیں اور مسلکِ برحق کی پیروکار بن گئیں۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب قدس سرّہٗ حق کے زبردست علم بردار، دین کے محافظ، اور حق وصداقت کے داعی و پاسدار تھے، احقاق حق وابطالِ باطل اور دعوتِ دین کے جذبہ سے سرشار ہونے کی وجہ سے آپ کے جوش اور ولولہ کا عالم یہ تھا کہ حق بات کہنے سے کبھی نہ ڈرتے، علی الاعلان اظہارِ حق کیا کرتے، اور ترجمانِ دارالعلوم دیوبند ہونے کا حق ادا کردیتے، میدانِ مناظرہ میں جہاں ایک طرف آپ کی گفتگو قرآن وحدیث کی روشنی میں عقلی ونقلی دلائل وبراہین

سے آراستہ ہوتی، وہیں آپ کے طرزِ تکلّم میں نرمی، سادگی اور خلوص وللّٰہیت کا وصف، خصوصی طور سے نمایاں ہوتا تھا، جس بات کو آپ عرض کرتے، علم کی روشنی میں، جو سامعین کے قلوب میں گھر کر لیتی، اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی عظمت و رفعت کا سکہ بیٹھ جاتا۔

جب بھی باطل کی طرف سے گلشنِ اسلام اور چمنستانِ دیوبند پر حملہ آوری کی گئی، آپ نے اس کا مردانہ وار مقابلہ کیا، گمراہ فرقوں نے جب بھی چیلنج کیا، آپ نے اُن کے چیلنج کو قبول کیا، اور میدانِ مناظرہ میں اپنے علمی ہتھیاروں سے مقابلہ کر کے ان کو پابندِ سلاسل کر دیا، حق کی فتح ہوئی اور باطل شکستِ فاش سے دوچار ہوا، {جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً} آپ کے لیے یہ شعر کہنا بجا ہوگا ؎

وہ عالم تھے مناظر تھے محدّث تھے زمانے کے
خدا شاہد ہزاروں خوبیاں تھیں، جانے والے میں

آپ کے مجاہدانہ کردار کو دیکھتے ہوئے بندہ کا یہ شعر حقیقت کا ترجمان ہے ؎

تھے مناظر، قاطعِ بدعت، مجاہد بالیقیں
گم رہوں کی روشنی کا جس نے ساماں کر دیا

آپ نے اپنی زندگی میں کئی مناظرے کیے، جن میں سے اکثر مدِ مقابل ''رضا خانی'' رہے، کچھ مناظرے غیر مقلدین سے بھی ہوئے، اُن تمام مناظروں میں الحمد للہ حق کا بول بالا رہا، پرچم حق لہراتا رہا، اور خدا نے آپ کو کامیابی بخشی، کچھ ایسے بھی مناظرے ہوئے جن میں حاضری کے بعد بحث و گفتگو کی نوبت نہ آسکی، باطل پہلے ہی راہِ فرار اختیار کر گیا، جس کی وجہ سے مناظرہ نہ ہو سکا... افسوس! کہ بندہ کو اُن تمام مناظروں کی مکمل رُوداد اور حالات سے آگاہی نہ ہو سکی، جن کا علم ہوا، وہ بھی ناتمام.....!!

# آپؒ کے مناظرے

رضا خانیوں (بریلویوں) سے تو بہت مناظرے ہوئے، وجہ یہ تھی کہ خطۂ بنگال، کلکتہ، بیر بھوم وغیرہ عموماً بدعات وخرافات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، لوگ دین سے دُور، اور طریقۂ محمدی سے ناآشنا زندگی گزار رہے تھے، بدعتیوں کی کثرت تھی، لہٰذا وہ عوام کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کی سعیِ پیہم کرتے رہتے تھے، اہل حق کا یہ پیشوا جو لوگوں میں بحر العلوم (علم کا سمندر) اور ''بڑے مولانا'' کے لقب سے معروف تھا، جو سربراہِ قوم اور ترجمانِ دار العلوم تھا، وہ بھلا حق کے خلاف باطل کی مصنوعی گھن گرج کب اور کیوں کر برداشت کر لیتا...؟ اظہارِ حق اور اعلاءِ کلمۃُ اللہ کے جذبے سے سرشار ہو کر آپ کبھی گروہِ علماء کے ہمراہ تو کبھی یکہ وتنہا نکل کھڑے ہوتے، اور بفضل الٰہی فتح یاب وکامراں لوٹتے۔

غیر مقلدین (نام نہاد اہل حدیث) سے بھی چند مناظرے ہوئے، جن میں اللہ نے کامیابی دی، اور حق کی سرخ روئی ہوئی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۵۹ء میں غیر مقلدین سے 'طلاق ثلٰثہ' کے عنوان پر مناظرہ ہوا۔ سنہ ۱۹۶۸ء میں غیر مقلدین سے 'قرأت خلف الامام' اور ''تقلید ائمہ'' کے عنوان پر مناظرہ ہوا۔

## برُدَوان کا مناظرہ

مغربی بنگال کے ضلع بردوان میں غیر مقلدین سے مناظرہ ہونا طے ہوا، بحر العلوم حضرت مولانا عبد الکریم اعظمیؒ وقتِ مقررہ پر تشریف لے آئے، جماعتِ اہل حدیث (غیر مقلدین) کے اراکینِ مناظرہ اور ذمہ دار حضرات اِس ''شیر بنگال'' مناظر اسلام کو دیکھتے ہی حواس باختہ ہو گئے، اور کہنے لگے کہ ''بڑے مولانا'' آ گئے، اب مناظرہ نہیں ہوگا، اور انہوں نے بغیر مناظرہ کیے ہی اپنی ہار اور دیوبندیت (اہلِ سنت والجماعت) کی جیت تسلیم کر لی۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف، چرخِ کہن کانپ رہا ہے

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے... آمین

## زیارتِ حرمین شریفین

حج بیت اللہ شریف، زیارتِ مسجد نبوی اور روضۂ اقدس کی حاضری کی تمنا کس مسلمان کے دل میں نہ ہوگی۔؟ ہر صاحبِ ایمان کی آرزو اور تڑپ ہوا کرتی ہے کہ وہ 'کعبۃ اللہ' کو دیکھے، ہر ایمان والے کی دعا ہوتی ہے کہ: الٰہی! اپنا پاکیزہ گھر دکھا دے، اپنے نبی علیہ السلام کا روضۂ پُر انوار دکھا دے۔

اجازت ہو تو میں بھی آ کے اُن میں شامل ہو جاؤں
سنا ہے کل تیرے در پہ ہجومِ عاشقاں ہوگا

اور...... دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولا تیری رحمت برستی ہے

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب قدس سرہ بھی حج و زیارت کے لیے سدا بے قرار اور بارگاہِ ایزدی سے اِس عظیم جذبہ کی تکمیل کے امیدوار رہا کرتے تھے، اِسی وفورِ شوق اور جذبۂ صادق کی بناء پر آپ نے کئی مرتبہ کوشش بھی کی، بالآخر وہ ساعتِ ہمایوں آپہونچی، خوشیوں کے نغمات گنگنائے جانے لگے، مسرتوں کے ترانے گائے جانے لگے، خدا نے آپ کی حسرتِ دل اور آرزو پوری فرمادی، ۱۹۹۶ء میں آپ کو سفر حج کی منظوری مل گئی، آپ بارگاہِ خداوندی میں سر بسجود ہو گئے، اور ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۶ء میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف و سرفراز ہوئے، حق تعالیٰ آپ کے حج کو قبول فرمائے۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ نے حج بیت اللہ کے ارادے سے پہلے سے ہی رقم جمع کرنی شروع کر دی تھی، اور اپنی آمدنی میں سے کچھ رقم حج کے لیے الگ کر لیتے تھے، اِس

واقعہ سے آپ کے بلند ارادہ، عزم وحوصلہ، جذبۂ صادق اور خلوص وللّٰہیت کا بھی پتہ چلتا ہے، اور اس بات کا سبق بھی ملتا ہے کہ مسلمان، جو اپنے دل میں حسرتِ دید اور شوق زیارت رکھتا ہو، اُس کی تیاری بھی حسبِ استطاعت شروع کردے...، خدا تعالیٰ دلوں کے احوال اور ہر ایک کی نیتوں سے واقف ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ اِس جذبہ وارادہ کو قبول کر کے اپنے دَر کی حاضری کی سعادت وتوفیق بخش دے، اور حق تعالیٰ تو بلا اسباب ووسائل بھی پہونچانے پر قادر ہے، مگر ہمیں نیت اور شوق زیارت کا بھی تو ثواب انشاء اللہ ملے گا۔

سفر حج بیت اللہ کے دَوران آپ کے ہمراہ ابراہیم پور کے مشہور ادیب وقلم کار علامہ ومولانا محمد عمر سیفی الاعظمیؒ (م ۲۰۰۲ء)، الحاج غلام رسول شوقؔ انصاری ابراہیم پوریؒ، حاجی عبد الودود، اور حاجی مشتاق اتر محلہ تھے۔

## زندگی کے آخری چند سال

مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ میں تعلیم وتعلّم اور درس وتدریس کا مبارک عمل پورے انہماک کے ساتھ جاری تھا، یہاں تک کہ نصف صدی سے زائد کا عرصہ تقریباً پچپن (۵۵) سال بنگال میں گزر گیا، اور زندگی مختلف نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے اپنے آخری مرحلہ کو پہونچ گئی، ضعف ونقاہت کے مہیب سائے قریب تر آنے لگے، امراض وعوارض کے بھی پے در پے حملے شروع ہوگئے، چناں چہ بیماری اور کمزوری کے سبب آپ نے اپنے محبوب ادارہ، اپنے ہر دل عزیز مدرسہ ''دارالعلوم نعمانیہ'' کو الوداع کہا، اور اس کی تمام تر ذمہ داریاں، اراکین مدرسہ کے حوالے کر کے اپنے وطن آگئے۔

اگرچہ بنگال سے وطن واپسی کے بعد آپ کے متعلقین اور محبّین کا پیہم اصرار رہا کہ آپ اپنے مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ نبگرام آکر یہیں رہیں، اور تا حیات مدرسہ کی نگرانی کرتے رہیں،

شدید تقاضوں اور اپنے مدرسہ کی محبتوں کے سبب آپ نے بیماری و کمزوری کے باوجود بھی دو تین مرتبہ بنگال کا سفر کیا، اور چند دن مدرسہ میں قیام فرمایا، مگر پھر وطن واپسی ہوگئی، اُس کے بعد وطن ہی میں مستقل قیام ہوگیا، اور زندگی کے بقیہ سات آٹھ سال یہیں وطن ابراہیم پور میں رہ کر دعوت و تبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

بنگال سے وطن واپسی کے بعد گھر رہ آپ نے زیادہ تر اپنا وقت تلاوتِ قرآن، نماز، ذکر و تسبیح وغیرہ عبادات میں گزارے، آپ نے چند ماہ گھر خاندان کی بچیوں کو 'بہشتی زیور' کی تعلیم بھی دی۔

وطن میں قیام کے دوران بحالتِ صحت، آپ نے ابراہیم پور دکھن محلہ کی جامع مسجد میں چند مرتبہ اصلاحی تقریریں بھی کیں، اور گاؤں میں ہونے والے جلسوں میں بھی آپ کے بیانات ہوتے رہے، بنگال میں رہتے ہوئے بنگلہ زبان میں آپ کا قابلِ رشک بیان ہوتا، آپ کی تقریروں نے بہت سے دلوں کی کایا پلٹ دی، اور بدعات و خرافات میں مبتلا عوام کو سنت نبوی اور صراطِ مستقیم کی رہ نمائی ملی، افسوس! کہ آج آپ کی کوئی تقریر ہمارے سامنے موجود نہیں ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی شانِ خطابت اپنے اندر ایک الگ امتیاز رکھتی تھی۔

عمر عزیز کے آخری مرحلہ میں، جب کہ آپ متعدد امراض کا شکار ہو کر علیل رہنے لگے تھے، مگر نمازوں کے اہتمام، تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار میں کمی واقع نہ ہوتی، شدید ضعیفی اور کمزوری کے باوجود رمضان شریف کے روزے اور تراویح کی پابندی فرماتے، آخری رمضان (۱۴۳۱ھ) میں کمزوری کے خیال سے گھر والوں نے پہلے دن سحری کے لیے آپ کو نہ جگایا، صبح کو جب کھانا پیش کیا گیا تو آپ پر گریہ طاری ہوگیا، اور بہت روئے، پھر اُسی ضعف و علالت کی حالت میں مکمل روزے رکھ کر اپنی کمالِ ہمت اور دین سے عشق و محبت کا ثبوت دیا۔

## بیماری اور علالت

یوں تو آپ کئی سالوں سے بیمار رہا کرتے تھے، اور یکے بعد دیگرے مختلف امراض کا شکار

ہوئے، مگر زندگی کے آخری ایام میں کمزوری غالب ہوگئی، اور پیشاب کی راہ سے خون رسنا شروع ہوگیا، جو کبھی کبھی چند قطرے، اور اکثر وبیشتر بہت زیادہ ہوتا، اس بیماری نے آپ کو لاغر بنادیا، حتیٰ کہ خون نکلتے نکلتے آپ بالکل کمزور ہوگئے، اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوگئے، دوا علاج مسلسل جاری تھا، کبھی کبھی کچھ طاقت اور صحت کے آثار نظر آتے، مگر بیشتر وہی بیماری غالب رہتی۔

عیدالاضحیٰ ۱۴۳۱ھ کے وقت آپ کو ضلع مئو کے حلیمہ اسپتال لے جایا گیا، جہاں پیشاب کی راہ میں نلکی لگ جانے سے کافی آرام ملا تھا، ورنہ اس سے پہلے بسا اوقات طبیعت ایسی ہوجاتی کہ گھر والے آپ کو گھڑی دو گھڑی کا مہمان سمجھتے، بقرعید کے وقت نلکی لگ جانے سے بہت سکون ملا اور صحت وعافیت کے نمایاں آثار نظر آنے لگے، اسی دوران آپ کی شفایابی کے لیے ''بخاری شریف'' کی تلاوت بھی جاری رہی، جسے الحمدللہ چند دن بندہ نے بھی پڑھا تھا۔

دن یوں ہی گزرتے رہے، اور گھر خاندان کے افراد آپ کی نگہداشت، آپ کے آرام و راحت کا خیال اور تمام ضروریات کی تکمیل کا فرض نبھاتے رہے، اُس دوران ایام علالت میں آپ کی زبان زیادہ تر ذکر وتسبیح میں مشغول رہتی، طہارت کا آپ اس وقت خصوصی خیال فرماتے، اور غسل کر کے پاک کپڑے پہن کر نماز ادا کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے، اُن ایام علالت میں گھر والوں نے آپ کی قابل رشک خدمات انجام دیں، یہاں تک کہ بار بار طہارت کے تقاضے کے باوجود گھر کے لوگ خوشی خوشی اس خدمت کو انجام دیتے، ایام علالت کے دوان بھی آپ نے مفید باتیں اور گراں قدر نصیحتیں ارشاد فرمائیں، جن میں سے کچھ اس کتاب کے آخر میں مذکور ہیں۔

## وفات سے پہلے

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ، جنھوں نے خدا کے فضل وکرم سے ایمان واسلام پر رہ کر زندگی گزاری، اور دوسروں کو بھی اسی صراطِ مستقیم کی رہ نمائی کرتے رہے، جنھوں نے خود بھی

نیک اعمال کرتے زندگی گزاردی، دوسروں کو بھی بھلائی کی دعوت دیتے رہے، اور لوگوں کو خیر کی طرف بلاتے رہے، جنہوں نے اپنی ذات سے زیادہ دوسروں کی خیر خواہی کی اور پوری زندگی اسلام کی حفاظت و پاسبانی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

جن کی زندگی سرچشمۂ ہدایت تھی، جن کی ذات علم وعمل کا سنگم اور حکمت و دانائی کا منبع تھی، جنہوں نے ایسے محافظین اسلام تیار کر دیے، جو اسلام کی پاسبانی بھی کر رہے ہیں، اور قوم وملت کی نگہبانی بھی، جن کا قائم کردہ دینی ادارہ مدرسہ دار العلوم نعمانیہ نبگرام، مغربی بنگال میں علم وہدایت کے چراغ روشن کر رہا ہے اور سنتِ نبوی کی ضوفشانی سے دلوں کو منور کر رہا ہے۔

وفات سے چوبیس گھنٹے پہلے وہ نلکی جو بغرضِ علاج، پیشاب کی راہ میں لگائی گئی تھی، خود بخود باہر نکل گئی، جس کے بعد خون زیادہ نکل جانے کے سبب بہت زیادہ کمزوری کا غلبہ ہو گیا، اور آپ ہوش وحواس کی سلامتی کے باوجود نڈھال سے ہو گئے۔

## سانحۂ وفات اور نمازِ جنازہ

۲۱ ؍دسمبر ۲۰۱۰ء مطابق ۱۴ ؍محرم ۱۴۳۲ھ منگل کا دن تھا، شب گزشتہ آپ نے سحر کے وقت تہجد کی نماز پڑھی، اور ذکر واوراد میں مشغول ہو گئے، صبح کا وقت آپ کی خدمت میں مشغول گھر والوں کو کچھ زیادہ عجیب معلوم نہ ہوا، اور وہ پچھلے دنوں کے مطابق معمولاتِ خدمت میں لگے رہے، اور آپ کو راحت وآرام پہونچانے میں منہمک رہے۔

دوپہر کا وقت ہوا، گھر والوں کی مدد سے آپ نے غسل کیا اور پاک صاف کپڑے پہن کر ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا کی، بعدہٗ دیر تک دوسری نمازوں میں مشغول رہے، آج پیشانی پر شگفتگی اور نورانیت کا جلوہ نمایاں ہو رہا تھا، چہرہ پر تروتازگی اور انبساط وفرحت کے آثار جھلک رہے تھے اور بدن میں قوت وطاقت کا اندازہ ہو رہا تھا، مگر بخار کی حرارت سے آپ کا جسم بالکل گرم

تھا، دیر تک بیٹھ کر آپ نے نماز ادا کی، اُس کے بعد آرام کے لیے بستر پر قبلہ رُو لیٹ گئے، بخار کی حرارت میں سردی لگ رہی تھی تو آپ کے بدن پر کمبل اور لحاف ڈال دیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد گھر والوں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کے نحیف و ناتواں بدن پر کپکپی طاری ہوئی، آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے، زبان لڑکھڑا رہی تھی، ہاتھ ڈگمگا رہے تھے، ہلکی سی خوبصورت مسکراہٹ چہرہ پر نمودار ہوئی، اُسی کے ساتھ بلند آواز سے **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** زبان سے نکلا، پھر ہاتھ لڑھک گئے اور زبان خاموش ہوگئی، روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی، زندگی کا سفر مکمل ہوگیا اور ایک عظیم مسافر آخرت کی منزل کو روانہ ہوگیا، موت کا سچا وعدہ پورا ہوگیا، اور اس نے گھر والوں کو غم زدہ کردیا..... میرے پیارے نانا جان اِس دنیا میں نہ رہے..... حضرت مولانا الحاج عبدالکریم صاحب ؒ اِس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے..... اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ابراہیم پور کی ایک عظیم ہستی جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھی، جس نے اپنے عظیم کارناموں سے عالم کو منور کیا، قلوب کو مجلّٰی و مصفّٰی کیا، اور پژمردہ حیات کو رعنائی بخشی، آج ہزاروں سوگواروں کو روتا بلکتا چھوڑ کر چلا گیا، اپنے چاہنے والوں سے جدا ہوگیا، مگر اُس کے روشن کارنامے تا اَبد یاد رکھے جائیں گے، اُس کی عظمت کے ستارے ہمیشہ جگمگائیں گے، اور اُس کا تذکرہ زندہ رہے گا، تابندہ رہے گا۔

بروز منگل ظہر اور عصر کے درمیان تقریباً تین بجے آپ کی وفات ہوئی، انتقال کے بعد آپ کے سینے میں لگی مشین کو نکالنا ایک بڑا کام تھا، جو بہت پہلے بے ہوشی اور حرکتِ قلب بند ہونے کے سبب آپ کے سینے میں لگی تھی، رات کو ایک ڈاکٹر کے ذریعے اُسے نکال دیا گیا، اور دوسرے دن بدھ کو ظہر کی نماز کے بعد ابراہیم پور کے آبائی قبرستان ''احاطہ ضیاء اللہ بابا'' میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جنازہ کی نماز آپ کے عظیم شاگرد حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مبارکپوری استاذِ حدیث

جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور نے پڑھائی، لوگوں کی کثرت تعداد کی وجہ سے نمازِ جنازہ کے لیے لاؤڈاسپیکر (مکبّر الصوت) کا انتظام کرنا پڑا، بے شمار لوگ شریکِ جنازہ ہوئے، دُور دُور سے آئے ہوئے لوگ، قرب وجوار کے لوگ، مقامی افراد، اعظم گڑھ، مئو، مبارکپور، املو، سریاں، نوادہ، رسولپور، بلریا گنج، محمد آباد، بھیرہ، ولید پور، خیرآباد وغیرہ علاقوں کے کثیر افراد اور باشندگانِ ابراہیم پور نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی، اور ہزاروں سوگواروں نے سسکیوں اور ہچکیوں کے درمیان نمناک آنکھوں اس آفتابِ علم وفن، عالم دین اور ابراہیم پور کے عظیم وباکمال بزرگ کو اُس کی آخری آرام گاہ میں سلادیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

ابرِ رحمت اُن کے مرقد پر گہرباری کرے ☆ حشر میں شانِ کریمی نازبرداری کرے

## وفات کے بعد

تجہیز وتکفین سے فراغت کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب نے گھر خاندان والوں کی تسلی کے لیے تعزیتی کلمات کہے، اور عوام کے لیے ناصحانہ اصلاحی بیان کیا۔

آپ کی وفات پر بنگال میں آپ کے شاگردوں، تعلّق داروں اور عزیزوں نے مختلف مقامات پر تعزیتی جلسوں کا انعقاد کیا، اور آپ کی حیات وخدمات اور عظیم کارناموں کو بیان کیا، آپ کے مآثر وواقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے محبّین اور شاگردوں کی آنکھیں نم تھیں، آپ کی وفات کا غم جس طرح ابراہیم پور اور مبارکپور کی سرزمین نے محسوس کیا، اس سے زیادہ اہل بنگال کو آپ سے جدائیگی کا غم ہوا، اور وہ آپ کا تذکرہ کرکے آبدیدہ ہوجاتے، کہتے کہ "وہ اللہ کے ولی تھے" اور اتنا کہہ کر رونے لگتے.... اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ کے درجات کو بلند فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

## اولاد واخلاف اور باقیاتِ صالحات

آپ کی صلبی اولاد میں (۱) جناب فضل الرحمن صاحب مرحوم، جن کا تیرہ [۱۳] سال کی عمر میں انتقال ہوا (۲) حضرت مولانا محفوظ الرحمن کریمی قاسمی (۳) احقر حبیب الرحمن کی والدہ ماجدہ صفیہ خاتونؒ.....افسوس کہ ابھی حضرت نانا جان کی وفات کے صدمے سے ہماری آنکھیں خشک بھی نہ ہوئی تھیں کہ ایک سال بعد ۱۱رجنوری ۲۰۱۲ء مطابق ۱۶رصفر ۱۴۳۳ھ بدھ کی صبح کو ہماری والدہ بھی ہمیں چھوڑ کر دارِ آخرت کو روانہ ہوگئیں، بندہ نے ''میرے آنسو جو آنکھ سے ٹپکے'' میں والدہ صاحبہ تذکرۂ خیر تفصیل سے کیا ہے (۴) سعیدہ خاتون... مولوی محمد سلمان بن مولانا شفیق الرحمن سریانوی کی والدہ ماجدہ (۵) ماسٹر ظلّ الرحمن (ایم اے)۔

جناب فضل الرحمن مرحوم کے سوا باقی چاروں اولاد سے آپ کی نسل آگے بڑھی اور ایک بڑا خاندان وجود میں آگیا، جس میں علماء کرام، حافظ اور قاری حضرات کی بڑی تعداد ہے، ان کے علاوہ آپ کی روحانی اولاد، ہزاروں شاگردوں کی صورت میں موجود ہے۔

آپ کے پس ماندگان میں جہاں آپ کی اولاد واخلاف اور گھر خاندان پر مشتمل تقریباً ستر (۷۰) افراد ونفوس ہیں، وہیں آپ کے باقیاتِ صالحات میں آپ کے ہزاروں شاگردانِ عظام، سیکڑوں مرید اور فیض یافتگان ہیں، مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ نبگرام آپ کی زندگی کا عظیم کارنامہ اور روشن کردار ہے، جو سرزمینِ بنگال پر آپ کی عظیم یادگار کے طور پر قائم رہے گا اور آپ کے لیے صدقۂ جاریہ اور بہترین ایصالِ ثواب کا ذریعہ بنے گا.... انشاءاللہ۔

## سماجی خدمات

درس وتدریس، تعلیم کتاب وسنت اور دینی وعلمی خدمات کے ساتھ آپ کی سماجی خدمات، آپ کے رفاہی کارنامے اور عوامی امدادی کاموں کا باب بھی بہت وسیع ہے، جن کی کچھ جھلکیاں

آپ اس کتاب میں متفرق طور پر ملاحظہ کریں گے، چند خصوصی اعمال وخدمات کا تذکرہ ذیل میں مذکور ہے:

## عملیات

قرآن وحدیث کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق نقش وتعویذ اور جھاڑ پھونک کے جواز میں کِسے شبہ ہوسکتا ہے، جب کہ متعدد احادیثِ نبویہ سے اس کا ثبوت ہے، اور اعتدال کے ساتھ شریعت میں یہ ایک جائز کام ہے، جس سے بیماروں کو بفضلِ الٰہی شفا ملتی ہے، آپ کے عملیات ''اعمالِ قرآنی'' اور ''بہشتی زیور'' سے ماخوذ ہوتے تھے، مگر خدا کا کرم کہ بے شمار لوگ آپ کے دست شفقت کے ذریعے شفایاب ہوگئے، اور بڑی بڑی بیماریوں اور مصیبتوں سے نجات پاگئے۔

## جمعیۃ علماءِ ہند سے وابستگی

جمعیۃ علماء ہند کے عظیم الشان پلیٹ فارم سے وابستگی اور خصوصی دلچسپی کے سبب آپ نے بہت سے سماجی ورفاہی کام کیے، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی امداد کرتے، سیلاب اور فسادات میں متاثرین کی خاطر خواہ مدد کیا کرتے تھے، اور دُور دراز کے علاقوں میں متاثرین کے لیے امدادی رقم جمع کر کے جمعیۃ علماء ہند کے صدر دفتر دہلی میں حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ (م ۲۰۰۶ء) کے پاس روانہ کردیتے، حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو آپ اُمام الہندؒ کہا کرتے تھے، اُن کی عظمت ورفعت کو سلام کرتے اور قوم وملت کے لیے ان کی بلندو بالا اور عظیم خدمات کو سراہا کرتے تھے۔

آپ کے دل میں قوم کا درد تھا، مسلمانوں کی پریشانیاں آپ کو غم زدہ کیے رہتیں، اور آپ ان کے حل کے لیے اپنی استطاعت بھر لائحہ عمل تیار کرتے، اور بھرپور کوشش کیا کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وارث کے دل میں اپنی قوم کے لیے جو تڑپ تھی، اُس نے اسے اپنی ذات

سے بھی بے گانہ کر رکھا تھا، وہ دینی خدمات انجام دیتا تھا، ایک درد ایک لگن کے ساتھ اور اخلاص کے پردے میں۔

بنگال کے علاقوں میں آپ نے کئی مکاتب قائم کیے، اور متعدد مسجدیں تعمیر کرائیں، اور قوم کو بتایا کہ اس کی دینی زندگی، اِن ہی مساجد اور مدارس سے باقی ہے، لہٰذا اِن کا بقاء ضروری ہے، اور ان کی حفاظت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

## نہی عن المنکر

علم وعمل کے پیکر، مصلح قوم وملت حضرت نانا جان مولانا عبدالکریم صاحب اعظمی ابراہیم پوری نوراللہ مرقدہٗ۔ . امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر پر جس طرح عمل پیرا تھے، اس کی مثال موجودہ دورِ انحطاط میں کم دیکھنے کو ملتی ہے، آپ افرادِ خاندان اور عامۃُ المسلمین کو اپنے مواعظ اور پند ونصائح سے مستفید کرتے، اور بھلائیوں کے کرنے کا شوق وجذبہ ابھارتے، اسی کے ساتھ منکرات ومعاصی سے آپ کو سخت نفرت تھی، عملِ منکر پر تنبیہ، برائیوں سے منع کرنا، اور غلط باتوں اور برے اعمال سے لوگوں کو روکنے کی کوشش، آپ کا وصف عظیم تھا۔ لوگوں کو منکرات سے روکنے کی آپ مناسب تدبیر کرتے، اور وعظ ونصیحت اور تنبیہ کے ذریعہ لوگوں کو برائیوں سے روکنے کی کوشش کرتے۔

## داڑھی

داڑھی منڈانے والے، یا ایک مشت سے کم پر کٹوانے والے شخص سے آپ کے دل کو تکلیف ہوتی، اور کیوں نہ ہو؟ جب کہ داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم پر تراشنا باجماع امت حرام ہے، یہ ایسا برا عمل ہے، جس کا گناہ بڑا عظیم اور مسلسل جاری رہنے والا ہے، ایسا شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم سنت اور طریقۂ محمدی کا مذاق اڑا رہا ہے، اور اپنی شکل وصورت دشمنانِ خدا جیسی بنا کر خوش ہو رہا ہے.... (نعوذ باللہ)

داڑھی رکھنا واجب اور منڈانا یا ایک مشت سے کم پر تراشنا حرام ہے اور انتہائی برا عمل ہے، اِس لیے اس برے عمل سے جلد توبہ کر کے اپنی شکل و صورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیاء کرام و صلحاءِ امت جیسی بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت نانا جانؒ کے اصرار پر بندہ نے ابراہیم پور کی جامع مسجد میں "داڑھی" کے عنوان پر تقریر کی، اس دن اپنی بیماری کے سبب آپ مسجد نہ جا سکے تھے، جمعہ بعد آ کر آپ کو تقریر کرنے کی اطلاع دی اور موضوعِ تقریر بتایا تو آپ بہت خوش ہوئے تھے، اور دعاؤں سے نوازا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت نانا جان کے ساتھ احقر بھی تھا، گاؤں ہی میں کہیں جا رہے تھے، راہ میں اتر محلہ ابراہیم پور کے ایک حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی، اُن کے چہرے پر خوش نما مشرّع داڑھی تھی، پرسشِ احوال کے بعد جب وہ چلے گئے تو آپؒ نے کہا کہ یہ لوگ داڑھی رکھے ہوئے کتنے اچھے لگتے ہیں، اور ہماری طرف کے اکثر لوگ داڑھی منڈاتے اور کٹواتے ہیں، ایسے لوگوں کا چہرہ بھی خراب لگتا ہے [جو داڑھی منڈاتے یا کٹواتے ہیں]۔

## لباس

خلافِ شرع اور خلافِ سنت لباس پہننے والے کے عمل سے بھی آپ کا دل غم زدہ رہتا، جس کی وجہ سے آپ نے جامع مسجد میں اس عنوان پر تقریر کی اور دیگر مواقع سے دوران تقریر آپ نے اس منکر کو موضوعِ سخن بنایا۔

جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے پینٹ [ایک خلافِ شرع لباس] پہننے والے کو برا شخص اور بے حیا قرار دیا، اِس لیے کہ شرٹ پینٹ کی حالت میں سُرین اور شرمگاہ کا نشیب و فراز عیاں رہتا ہے، اور اسی ننگے پن اور بے حیائی کی حالت میں وہ شخص اپنے ماں باپ، بہن بیٹی وغیرہ کے سامنے آتا جاتا ہے، باحیا اور غیرت مند آدمی کبھی ایسا لباس استعمال نہیں کر سکتا۔

گھر اور خاندان میں اگر کبھی کسی نے بچوں کے لیے پینٹ شرٹ لادی اور آپ کو پتہ چل گیا، یا دیکھ لیا تو آپ بہت خفا ہوتے اور کہتے کہ: ''یہ انگریزوں کا لباس ہے''۔

خود بھی اسلامی لباس اور سنت کے مطابق لباس پہنتے، گھر والوں اور بچوں کے لیے بھی کرتا پائجامہ اور ٹوپی کا حکم فرماتے، اس کے علاوہ خلافِ شرع لباس آپ قطعاً برداشت نہ کرتے تھے۔

راقم السطور اِس موقع پر مسلمانوں کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر آن سنت کے مطابق زندگی گزاری جائے، لہٰذا آپ خود بھی خلافِ شرع لباسوں سے بچیں، اور اپنے بچوں کو بھی انگریزوں کے دیے ہوئے لباس پہننے سے بچائیں۔ انگریز، اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے، نبی علیہ السلام کا دشمن ہے، اس کی کوشش یہی ہے کہ مسلمان اپنے نبی کے راستے سے دور ہوجائیں، سنتی لباس اتار پھینکیں، اور عریاں لباس استعمال کریں، تاکہ ان میں بے حیائی عام ہو، اور یہ گنہگار ہوکر جہنم کا ایندھن بن جائیں، کیا ہم دشمنانِ اسلام کی اس کوشش کو کامیاب ہونے دیں گے...؟ ہرگز نہیں۔

اس لیے خود بھی سنت کے مطابق بنے ہوئے لباس استعمال کریں، اور بچوں کو بچپن سے اسلامی لباس (ٹوپی، کرتا، پائجامہ) پہنائیں، اور اسی کی رغبت دلائیں، خلاف شرع لباس سے خود بھی بچیں، اور اپنے گھر والوں کو بھی بچائیں؛ تاکہ ہمارا اللہ ہم سے راضی ہوجائے ؎

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے ☆ اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

حضرت نانا جانؒ گھر کے بچوں کے لیے شرعی لباس کی بڑی تاکید کرتے تھے، آپ نے اپنی کاپی پر بقلم خود ایک واقعہ لکھا ہے، ملاحظہ فرمائیے:۔

''ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب استاذ محترم مرحوم [مفتی یٰسین مبارکپوریؒ] تشریف لائے تھے، خوب یاد ہے، مولوی محفوظ سلمہٗ کو گود میں لیے تھا، چھوٹے بچے کے بدن پر جو کپڑا تھا وہ غیر شرعی تھا، انھوں نے تنبیہ فرمائی، اور فرمایا: شرع کے خلاف بچوں کو کپڑا نہیں پہنانا چاہیے''۔

# نماز

زہد وتقویٰ کے پیکر، اخلاص ووفا کے خوگر حضرت نانا جان نور اللہ مرقدہٗ کے نہی عن المنکر کا یہ عالم تھا کہ نماز چھوٹنے پر گھر والوں کو بہت ڈانٹتے، ہمیشہ باجماعت نماز کی تاکید کرتے، عورتوں اور بچوں کو بھی اس کا سختی سے حکم دیتے، جس کا اثر یہ ہے کہ الحمد للہ افرادِ خاندان نماز کی پابندی کرتے ہیں، عورتیں بھی وقت پر نماز پڑھتی ہیں، تلاوتِ قرآن کرتی ہیں، اور بچے بھی مسجد جاتے ہیں۔

# پردہ

عورتوں سے پردہ کے معاملہ میں بھی آپ بڑی احتیاط رکھتے تھے، اگر کبھی گھر میں کسی بچی یا عورت کو بغیر دوپٹہ اوڑھنی کے دیکھتے تو فوراً تنبیہ فرماتے، ڈانٹتے اور بالوں کو ڈھانکنے کا حکم فرماتے، علالت کے ایام میں محرمات کے علاوہ غیر محرم عورتیں بھی تیمارداری کو آتیں۔ مگر آپ نے بڑی سختی سے یہ حکم کر رکھا تھا کہ غیر محرم عورتیں میرے قریب نہ آئیں، مجھے ہاتھ نہ لگائیں، میری نظر اُن پر نہ پڑے، میری خدمت صرف میرے گھر کی محرم عورتیں کرسکتی ہیں۔ اس حکم کے باوجود اگر کبھی بے خیالی یا اتفاق سے کوئی اجنبی عورت آجاتی تو آپ شدتِ مرض اور تکلیف ودرد کے باوجود چہرہ پھیر لیتے، یا چہرہ پر رومال رکھ لیتے، اور گھر والوں پر خفا ہوتے، الغرض حضرت نانا جان علیہ الرحمۃ امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر پر بھی بڑی سختی سے عمل پیرا تھے۔

# مسلمانوں کی ذمہ داری

آج کے دور میں بھلی باتوں کا حکم کرنے والے تو کچھ بہت لوگ ہیں بھی، مگر منکرات پر نکیر کرنے والے، برائیوں سے روکنے والے اور برے اعمال پر تنقید کرنے والے لوگ کم ملیں گے، حالاں کہ اگر قدرت ہو تو منکر کو ہاتھ سے روک دینا ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے، اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روک دینا اور برائی سے منع کرنا ایمان کا دوسرا درجہ ہے، ورنہ

اس منکر کو دل سے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (مسلم شریف)

نہی عن المنکر کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب آدمی دوسروں کو برائیوں سے روکے گا، اور برے اعمال کی قباحت بیان کرتے ہوئے لوگوں کو ان سے منع کرے گا تو خود بھی برائیوں اور دیگر گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے گا، جس طرح امر بالمعروف ہے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینے والا خود بھی اس نیکی کے کرنے کی خواہش اپنے اندر پاتا ہے، اور اعمالِ صالحہ کی اُسے توفیق میسر ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجائے خود عبادت ہیں، اور حکمِ قرآن ہیں، یہ ہر مؤمن کی زندگی کا خاص وصف ہونے چاہئیں؛ اس لیے کہ اس امت کو بہترین امت کے لقب سے نوازا گیا ہے، جس کی اہم وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ (آل عمران، پارہ: ۴)

## شادی کا واقعہ

حضرت نانا جان مولانا عبدالکریم صاحبؒ کے نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہونے کا ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

۱۹ر اپریل ۲۰۰۸ء کو برادرم قاری عبدالرحمن کی شادی اور عقدِ مسنون کی تیاری تھی، بارات کی روانگی کے دوران دولہا کے چند ایک ساتھیوں نے چوری چوری پٹاخے پھوڑ دیے، اِس منکر اور برے عمل سے حالاں کہ پہلے ہی ممانعت کر دی گئی تھی، مگر جب پٹاخوں کی آواز گونجی تو حضرت نانا جانؒ۔ جن کی زیر سرپرستی یہ عقد ہو رہا تھا۔ بہت ناراض ہوئے، شدت غضب میں اپنے گھر لوٹ آئے، اور بارات کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، اب تو سب لوگ بہت پریشان ہوئے، اُدھر ساتھیوں کے چہروں پہ ہوائیں اڑنے لگیں۔

ہمارے خاندان کے اکثر افراد کا نکاح حضرت نانا جانؒ نے ہی پڑھایا ہے، ہونے والا یہ نکاح بھی آپ کو پڑھانا تھا، مگر نانا جانؒ کی ناراضگی کی بنا پر کوئی آپ کے پاس جانے کو تیار نہ تھا،

بالآخر راقم السطور حبیب الرحمن اور رفیق محترم مولوی محمد راشد محمد آبادی آپؒ کے گھر گئے ،اور حضرتؒ سے عرض گزار ہوئے کہ نکاح خوانی کے لیے لوگ آپ کے منتظر ہیں، چناں چہ اُس کے بعد نانا جانؒ نے وضو فرمایا،اور ''مسجد قاسمیہ'' میں آ کر نکاح پڑھایا،اور مذکورہ پیش آمدہ معاملہ پر بعد میں کچھ نہ کہا؛ کیوں کہ آپ کی اتنی ناراضگی ہی تنبیہ و اصلاح کے لیے کافی تھی۔

حضرت نانا جانؒ نے منکرات و معاصی کو روکنے اور معاشرہ کو سدھارنے اور سنوارنے کے لیے اپنی تقریروں، وعظوں اور پند و نصائح کے ذریعے قابلِ قدر اور لائقِ تقلید جدو جہد کی ہیں، حق تعالیٰ آپ کو ان بھلائیوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے ،اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے .... آمین۔

## بدعت سے نفرت کا ایک واقعہ

چند سال پہلے کی بات ہے، ابراہیم پور دکھن محلہ عیدگاہ [بنیاد: ۱۵۵۰ء] میں عید الفطر کی نماز ہو چکی تھی ،خطبہ عید کے بعد احقر حبیب الرحمن، حضرت نانا جانؒ کے پیچھے پیچھے عیدگاہ سے نکلا، باہر نکلنے کے بعد گاؤں کے ایک آشنا شخص نے نانا جانؒ سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، آپ بغیر مصافحہ کیے وہاں سے آگے بڑھ گئے ،وہ آدمی حیرت زدہ کھڑا رہ گیا اور سوچنے لگا کہ آخر کیا بات ہوگئی ۔۔؟ حضرت غصہ کیوں ہو گئے ۔۔؟ مصافحہ کیوں نہیں کیا ۔۔؟ وہ اِسی تذبذب کے عالم میں کھڑا تھا، میں نے فوراً اسے سمجھایا کہ: عید کے دن اِس طرح رسمی مصافحہ کرنا صحیح نہیں ہے..... ،تب وہ شخص مسکرانے لگا ،اور کہنے لگا: اچھا، مجھ کو یہ معلوم نہ تھا۔

اِس واقعہ میں حضرت نانا جانؒ کی بدعت سے نفرت بخوبی معلوم ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کی شخصیت سنتِ رسول اللہ ﷺ سے آراستہ تھی ،آپ ہر جانے انجانے شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے، اور اکثر ملاقات کے وقت تبسم فرمایا کرتے تھے، مگر اسی طرح بدعت سے نفرت بھی کرتے تھے اور اس کی اصلاح کے لیے مناسبِ حال عمل کیا کرتے تھے۔

(نوٹ: ''عیدین میں مصافحہ'' کی تفصیلی بحث بندہ کی کتاب ''عید کا تحفہ'' میں ملاحظہ کریں!)

# بزرگوں سے تعلقات اور عقیدت

آپ اپنے بڑوں کے قدرداں اور ان کے مقام ومرتبہ کے حقیقت شناش تھے، ان سے الفت ومحبت، ان کی عظمت وتقدیس آپ کا وصفِ عظیم تھا، اکابرِ دیوبندؒ سے آپ کو نہایت شغف اور عشق تھا، اسلاف کا ذکر محبت سے کیا کرتے، اپنے بڑوں اور بزرگوں کا نام ادب واحترام سے لیتے، ویسے تو تمام ہی بزرگانِ دین سے آپ کو عقیدت ومحبت تھی، مگر جن معاصر بزرگوں سے خصوصی تعلقات تھے، ذیل میں چند جھلکیاں ان کی ملاحظہ ہوں:-

☆ امیر الہند اوّل، محدّثِ کبیر، ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ ....، مولانا عبدالکریم صاحبؒ کے مشفق استاذ مخلص رہنما اور بزرگ عالم تھے، ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں جب مدرسہ مظہر العلوم اتر محلہ ابراہیم پور کی سنگ بنیاد کے لیے حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ ابراہیم پور تشریف لائے تو آپؒ نے مولانا عبدالکریم صاحبؒ کو یاد فرمایا اور بلوایا، آپ گئے اور حضرت مولانا اعظمیؒ کو اپنے ساتھ لائے، حالاں کہ گاؤں میں دوسرے بہت سے علماء کرام موجود تھے، مگر آپؒ نے خاص طور سے مولانا عبدالکریم صاحب کو یاد فرمایا۔

جب ابراہیم پور کی دکھن محلہ جامع مسجد سے متعلق مقدمہ عدالت میں زیر سماعت تھا، اور فریق مخالف (بریلی طبقہ) اپنی طاقت دکھلا رہا تھا تو آپ نے حضرت مولانا اعظمیؒ سے مشورہ کیا: حضرت! کیا کرنا چاہئے...، آپؒ نے کہا کہ: مت چھوڑنا.. ہمارا حق ہے... ہم کیوں چھوڑیں گے..؟

۱۹۹۲ء میں جب حضرت محدّث اعظمیؒ کا وصال ہوا تو آپ شدتِ کرب والم سے زار زار اشک بار تھے، اور آپ کے سانحۂ وفات پر بہت زیادہ رنجیدہ تھے۔

عید الاضحیٰ ۱۴۳۱ھ سے قبل جب آپ مئو کے حلیمہ اسپتال سے واپس آرہے تھے، تو گھر کے قریب گاؤں میں ایک جگہ رک کر آپ نے اپنے اُن مرحوم بزرگوں کو یاد کیا.. اور رونے

لگے، کہہ رہے تھے ''مجھے مولانا حبیب الرحمنؒ کی یاد آرہی ہے، بہت ساتھ دیا تھا انہوں نے''۔

آپ کو حضرت محدث اعظمیؒ سے بڑی عقیدت اور بہت لگاؤ تھا، وہ آپ کے بڑے استاذ تھے، آپ عقیدت ومحبت سے اُن کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے۔

☆امیر الہند ثانی، فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ صدر جمعیۃ علماء ہند....، مولانا عبدالکریم صاحبؒ آپ کو'امام الہند' کہا کرتے تھے اور امدادی رقومات جمعیۃ میں بھیجا کرتے تھے۔

☆حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارکپوریؒ.... مولانا عبدالکریمؒ کے بڑے استاذ تھے، آپ حضرت مفتی صاحبؒ کا تذکرہ بڑی محبت سے کرتے تھے۔

☆مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ.... آپؒ کے استاذ تھے، جب آپؒ کے سینے میں مشین لگی تھی تو عیادت کرنے بھی آئے تھے۔

☆مفکر قوم وملت محی السنۃ حضرت مولانا محمد منیر صاحب ابراہیم پوریؒ خلیفہ حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحبؒ..... آپ کے خسر اور نہایت بزرگ آدمی تھے، زبردست حامیٔ سنت عالم دین تھے، آپ ان کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، ادب سے انہیں 'ابا جان' کہا کرتے تھے، اور اکثر ان کا تذکرۂ خیر کیا کرتے تھے۔

(تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو: راقم کی کتاب: تذکرۂ مولانا محمد منیر اعظمی ابراہیم پوریؒ)

☆مولانا محمد عثمان معروفی صاحبؒ (مصنف: ایک عالمی تاریخ)..... آپ کے ساتھی تھے، آپ کے گھر آتے رہتے اور بہت سارے علمی مسائل اور کتابوں میں آپ کی رہنمائی سے کام کرتے تھے۔ اِن بزرگوں کے علاوہ ابراہیم پور کے علماء وحفاظ، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور کے اساتذہ، قرب وجوار کے ذمہ دارانِ مدارس اور علوم نبوت کے طالبین حضرات کے آپ خیر خواہ، عقیدت مند اور ہمدرد تھے، دین کا علم حاصل کرنے والوں سے آپ کو بڑی محبت تھی، اور اہل علم کی صحبت آپ کو پسند...، جس کے سبب آپ بسا اوقات گھر رہتے ہوئے

علماء وطلبہ کو اپنے گھر دعوت دیتے، اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر خوش ہوتے۔

## جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ میں تشریف آوری

حضرت نانا جانؒ وقتاً فوقتاً اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے یہاں ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے، اسی مناسبت سے آپ نے ایک مرتبہ جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ میں قدم رنجہ ہوکر جامعہ کے مہتمم اور ذمہ داروں کو میزبانی کا شرف بخشا، راقم السطور اس وقت جامعہ ھٰذا میں زیر تعلیم تھا، جامعہ کے مہتمم حضرت الاستاذ مولانا مفتی جمیل احمد نذیری صاحب، نانا جانؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، نانا جانؒ کی جامعہ میں تشریف آوری اور مفتی صاحب کی آپ سے ملاقات کا منظر بڑا کیف آور اور روح پرور تھا، جب نانا جانؒ جامعہ کے صدر دروازے سے ہوکر اندر آرہے تھے، جوں ہی مفتی صاحب نے آپ کو دیکھا، لپک کر آگے گئے، اور بڑھ کر آپ سے مصافحہ ومعانقہ کیا، یہ ایک عظیم شاگرد کی اپنے عظیم استاذ سے محبت والفت کا پُر کیف منظر تھا، مفتی صاحب آپ کو ساتھ لے کر دفترِ اہتمام میں گئے، اور ضیافت کی، ساتھ ہی اپنی کچھ کتابیں بھی آپ کو ھدیۃً عنایت کیں۔ (جامعہ کے معائنہ پر مشتمل ایک خط نانا جانؒ کا ہے، جو جامعہ کی ''تیرہ سالہ خدمات'' میں بھی موجود ہے، جس سے آپ کی جامعہ سے الفت ومحبت کا بخوبی پتہ چلتا ہے)

## حضرت نانا جانؒ کی نصیحتیں

میرے نانا جان حضرت الحاج مولانا عبدالکریم صاحب اعظمی ابراہیم پوریؒ نے تعلیم وتعلّم اور تدریس وتقریر کے علاوہ بھی لوگوں کی بھلائی وترقی کے لیے بہت سے کام کیے، اپنوں وبیگانوں کی نصرت ومدد اور لوگوں کی خیرخواہی کا جذبہ آپ کے دل میں بھرپور تھا، اسی جذبۂ خالص اور ہمدردی کے تئیں آپؒ نے لوگوں، بالخصوص اہل خاندان اور رشتہ داروں کو آخر عمر میں بحالت مرض وعلالت بھی گراں قدر نصیحتیں کیں، آپ کی شفقت ومحبت سے کوئی محروم نہ

رہتا تھا، بندۂ راقم اپنے زمانۂ طالب علمی میں جب حضرت نانا جانؒ سے ملاقات کے لیے جاتا تو ہمیشہ علم وعمل، تکرار ومطالعہ اور کتب بینی کی نصیحت فرماتے، اور دعاؤں سے نوازتے، بندہ کے تدریسی سفر کے آغاز پر بھی حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی عنایتوں، ہدایتوں اور نصائح عالیہ سے نوازا تھا۔ ذیل میں حسبِ یادداشت وبرائے افادہ چند نصیحتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

## تعلیم سے متعلق نصیحت

دارالعلوم دیوبند میں بندہ کے داخلہ کے بعد عید الاضحیٰ ۱۴۲۸ھ کی تعطیل میں گھر پر ایک دن پیارے نانا جانؒ نے مجھ سے کہا: "بیٹا...! اچھے عالم بنو... صلاحیت والے.. بہت سے مولوی مولانا ہوتے ہیں، مگر قاعدہ کا کوئی نہیں ملتا... کتابوں کا خواندہ پڑھا کرو، اور تکرار کراؤ؛ اس سے ذہن کھلتا ہے"۔ آپؒ نے فرمایا کہ میرے استاذ مولانا شمس الدین صاحب نوراللہ مرقدہٗ فرماتے تھے: جب استاذ پڑھاتا ہے تب وہ حقیقت میں پڑھتا ہے...، نانا جانؒ نے فرمایا کہ میں نے پوچھا: حضرت! وہ کیسے؟ کہنے لگے "اگر اچھا طالب علم ہوگا تو استاذ جب پڑھائیں گے تو اعتراض کرے گا، اشکال کرے گا... استاذ سمجھ لے گا کہ قاعدہ کا لڑکا ہے، وہ جواب تلاش کرے گا، اشکالات حل کرے گا، اور نئے نئے مسائل کو حل کر کے آئے گا، اس طرح وہ کوشش کرے گا، اور کتابوں کی ورق گردانی کرے گا، جس کی وجہ سے اُسے نئے نئے مسائل معلوم ہوں گے اور اس کا علم بڑھے گا.... تو وہ پڑھنے والا ہوا کہ نہیں...!"۔

## نماز باجماعت کی نصیحت

نانا جان علیہ الرحمۃ علالت سے پہلے خود بھی نماز باجماعت کے بڑے پابند تھے، اور گھر والوں، رشتہ داروں کو بھی اس کی برابر تاکید کرتے رہتے، جماعت چھوٹنے پر ڈانٹتے بھی، اور نماز باجماعت کے فضائل بتلا کر مسجد میں نماز پڑھنے کو کہتے تھے، نماز باجماعت

پڑھنے سے متعلق ایک دفعہ آپ نے اپنے خسر حضرت مولانا حافظ محمد منیر اعظمی ابراہیم پوریؒ کے بارے میں بتلایا کہ مولانا محمد منیر صاحبؒ جب احیاء العلوم مبارکپور میں زیر تعلیم تھے، اس دوران زمانۂ طالب علمی میں ایک مرتبہ جماعت چھوٹ گئی، رونے لگے اور دَوڑے دَوڑے دوسری مسجد میں گئے، مگر جماعت نہ ملی . . ، بالآخر تنہا نماز پڑھ کر بے تحاشہ روتے جاتے تھے، زار زار رو کر غم کرتے، آنسوؤں کے چہرے کو بھگوئے ہوئے تھے۔

نانا جانؒ نے بتایا کہ ''مولانا محمد منیر صاحبؒ کی کبھی جماعت نہ چھوٹتی تھی، بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے... خدا تعالیٰ اُن کے طفیل ہمیں بھی کچھ دے دے''۔

حضرت نانا جان کی بھی شدید خواہش تھی کہ تادمِ آخر مسجد میں نماز پڑھنا نہ چھوٹے، مگر آخر عمر میں علالت و شدتِ مرض کے باعث آپ گھر پر نماز پڑھنے لگے، آپ کو مسجد چھوٹ جانے کا بہت قلق اور صدمہ تھا، بسا اوقات آپ اس دکھ کا اظہار بھی کیا کرتے تھے۔

## جلد سونے کی نصیحت

حضرت نانا جانؒ کی ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ رات میں جلد سو جاؤ، اور صبح سویرے بیدار ہو جاؤ؛ تاکہ فجر کی جماعت چھوٹنے نہ پائے۔ آج کل نوجوانوں میں خاص طور پر یہ عادت عام ہو چکی ہے کہ وہ دیر رات گئے تک جاگتے رہتے ہیں، اور دن چڑھے تک سوئے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے کاہلی، غفلت اور کمزوری جیسے امراض اُن میں پیدا ہو رہے ہیں، اور وہ سماج و معاشرہ کے لیے کار آمد انسان نہیں بن پا رہے ہیں، حالاں کہ قوم و ملت کو ان نوجوانوں سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ دین دار اور باغیرت نوجوان ہی ملک و ملت کے مسائل کو حل کر سکتے ہیں، اور قوم کو ترقی و کامیابی سے ہم کنار کر سکتے ہیں۔

## تلاوتِ قرآن کی نصیحت

اہل خاندان اور رشتہ داروں کو بکثرت تلاوتِ کلام اللہ کی نصیحت کرتے، اور کبھی کبھی ہم لوگوں سے پوچھتے بھی: کہ آج کتنی تلاوت کیے...؟ پھر مزید کرنے کا حکم دیتے، ماہِ رمضان میں آپ اِس اَمر کی خصوصی تاکید فرماتے، اور وقتاً فوقتاً معلومات حاصل کرتے رہتے۔

خود آپ کا معمول بکثرت تلاوتِ قرآن کا تھا، آخر عمر میں اس معمول میں اضافہ ہو گیا تھا، اور دیکھنے والا آپ کو اس حال میں دیکھتا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں، قرآن کی تلاوت کرر ہے ہیں، یا بیٹھے تسبیح پڑھ رہے ہیں، اور ذکر و استغفار میں مشغول ہیں۔

## قوالی سے ممانعت

میرے بچپن کا واقعہ ہے، نانا جانؒ ایک مرتبہ ہمارے گھر آئے ہوئے تھے، اُس وقت میری عادت تھی کہ گھر میں کھیلتے کودتے ہوئے کچھ نہ کچھ گایا اور گنگنایا کرتا تھا، بسا اوقات قوالی کے ایک دو اشعار بھی زبان پر آجاتے تھے، اُس دن میری والدہ مرحومہ (اللہ ان کی مغفرت کرے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے، آمین) نے ازراہِ شفقت واصلاح نانا جانؒ سے عرض کیا کہ "یہ قوالی گاتا ہے، اِسے سمجھا دیجیے"۔ حضرت نانا جانؒ نے مجھے شفقت سے سمجھایا اور کہا کہ: قوالی کو ہمارے بزرگوں نے پسند نہیں کیا ہے۔

## مستقل مزاجی کی نصیحت

جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارکپور میں بندہ کی طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ گھر پر مدرسہ آنے کے لیے حضرت نانا جانؒ سے ملاقات کرنے گیا، آپ اُس وقت باہر کھیت پر تشریف فرما تھے، اس وقت آپ نے نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ "جو بھی کام کرو، مستقل مزاجی کے ساتھ کرو، اگر کوئی شخص آج ایک کام کرے، اور کل اُسے چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کرلے تو وہ

کامیاب نہ ہوگا، کسی بھی کام میں پائداری اور مستقل مزاجی بڑی اہم چیز ہے"۔

## مئو فساد پر مجاہدانہ نصیحت

آج سے چند سال پہلے [۲۰۰۵ء میں] ضلع مئو (یوپی) میں رمضان شریف کے موقع پر زبردست ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا تھا، جس کا خطرناک اثر قرب وجوار کے علاقوں میں بھی ظاہر ہونے لگا تھا، اور مئو واعظم گڑھ کے بیشتر علاقوں میں نفرت وفساد کی چنگاریاں سلگنے لگی تھیں، اور گھر گھر انہیں احوال اور مئو فساد کا چرچا تھا، اُس موقع پر آپ نے ایک مُعمّر مجاہد کی طرح ہمیں یہ مجاہدانہ نصیحت کی تھی کہ "اگر لڑائی ہوجائے تو کچھ کو مار کر مرنا... چاقو سے حملہ کرنا اور مارنا... لاٹھی کی مشق کرو... اور لاٹھی وغیرہ کا ڈھنگ سیکھو...!!"۔

پھر کئی دنوں بعد بفضل الٰہی امن وامان کی فضا قائم ہوگئی تھی.. آپ کی اس عظیم نصیحت سے آپ کے جذبۂ جہاد اور ہمت واُولوالعزمی کی عکاسی ہوتی ہے.... واضح ہو کہ حضرت نانا جانؒ فنِ سپہ گری سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے۔

## چند اہم نصیحتیں

عید الاضحیٰ ۱۴۳۱ھ سے ایک روز پہلے، جب کہ نانا جانؒ کے مرضِ شدید میں کچھ افاقہ ہوگیا تھا، مگر پیشاب مکمل طور پر نہ نکلنے کے سبب درد رہتا تھا، اہل خاندان کے مشورے پر آپ کو بذریعہ کار مئو کے حلیمہ اسپتال لے جایا گیا، جہاں پیشاب کی راہ میں نلکی لگ جانے سے کافی آرام میسر ہوا تھا، مئو جاتے ہوئے اور واپسی میں آپؒ نے بہت ساری نصیحتیں کیں، جن میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ آپس میں ہمیشہ مل جل کر رہنا، ایک اہم نصیحت یہ بھی تھی کہ خاندان کے نوجوان بچوں اور بچیوں کی جلد شادی کا انتظام کرو؛ شادی میں تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

مئو کے اِس سفر میں جاتے ہوئے آپ نے کار کو رکوا کر ابراہیم پور کے ضیاء اللہ بابا کے احاطے والے قبرستان میں فاتحہ پڑھی، اور چشم نم کے ساتھ دعا مانگی، کِسے معلوم تھا کہ چند دنوں

بعد آپ بھی اپنے اُن پیش رَو مسلمانوں سے جاملیں گے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے ☆ آج وہ کل ہماری باری ہے

## تحفظِ دیوبندیت کی نصیحت

عیدالاضحیٰ ۱۴۳۱ھ کی تعطیل میں، جب کہ بندہ گھر پر ہی تھا، حضرت ناناجانؒ کی صحت یابی کی دعا قرب وجوار کی مساجد میں کرائی گئی تھی، ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد ابراہیم پور کے چند علماء، ناناجانؒ سے ملاقات کرنے آئے، جن میں امام جامع مسجد مولانا عبدالرحمن قاسمی بھی تھے، جاتے وقت ناناجان نے اُن حضرات کو بہت ساری نصیحتیں کیں، جن میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ ''گاؤں میں دیوبندیت کی حفاظت اور اُس کے فروغ کی ہمیشہ کوشش کیجئے گا..!

واضح رہے کہ حضرت ناناجانؒ ہمارے گاؤں ابراہیم پور کے سب سے بڑے عالم دین تھے، آپ نے یہاں دیوبندیت کے تحفظ وبقاء اور فروغ کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں، دکھن محلہ کی ہماری جامع مسجد کے لیے آپ نے بڑی جدّ وجہد کی، اور اس کے لیے قانونی لڑائی لڑی، اِس مسجد کو بدعتی حضرات اپنے قبضہ میں کرنا چاہتے تھے، اُس وقت آپ نے ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ سے پوچھا تھا کہ: حضرت! کیا کِیا جائے..؟ تو مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ نے کہا کہ ''مت چھوڑنا، ہم اپنا حق کیوں چھوڑیں گے۔''

اِسی طرح حضرت مولانا محمد منیر صاحب اعظمیؒ، جو اپنے وقت کے اِس علاقے میں سب سے بڑے بزرگ اور زبردست عالم تھے، انہوں نے بھی گاؤں میں دیوبندیت کے فروغ وبقاء میں بڑی قربانیاں دیں اور رضاخانیوں سے کامیاب مناظرے کیے، ایک مرتبہ بریلویوں کے کچھ متعصب افراد نے آپ پر حملہ بھی کیا، مگر خدا نے آپؒ کی حفاظت فرمائی۔

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے

جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

## طالبِ علم کے لیے تین باتیں

نانا جانؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے استاذ مولانا بشیر احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ:

''طالبِ علم کے لیے صرف تین باتیں ہیں، ایک کتاب کا مطالعہ جتنا ہو سکے کرے، خوب اچھی طرح کتاب دیکھے .... دوسری بات: استاذ کے یہاں سبق میں جو باتیں سمجھ میں نہ آئیں؛ وہ استاذ سے پوچھ لے... حضرت! اِس کا کیا مطلب ہے؟ یہ کس طرح؟..... تیسری بات: جب استاذ پڑھا لے تو اُسی وقت یا بعد میں پھر اُسے دہرا لے اور بغور پڑھ لے...اب وہ کتاب اسے اچھی طرح سمجھ میں آ گئی، اب پھر اُسے پڑھنے کی ضرورت نہیں، اور اس کتاب کو پڑھانے میں آگے اُسے کوئی دشواری نہیں ہوگی.... عمدہ عالم ایسے بنتے ہیں''۔

## بچوں کو نصیحت

حضرت نانا جانؒ نے عمر کے آخری ایامِ علالت میں اپنے استعمال کی کاپی میں گھر کے بچوں کو یہ نصیحت لکھ کر دی... ''وقت کی قدر کرو، ضائع نہ ہونے پائے، وقت کی قدر و قیمت ہے، اس کا دام کوئی پورا نہیں کر سکتا۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، وقت کا دام کوئی نہیں دے سکتا؛ لہٰذا وقت برباد نہ کرو... سوؤ... یا اللہ کی یاد میں کاٹو.... ایمان پر خاتمہ کی دعا کرو...''۔

## تواضع کے پیکر

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب ابراہیم پوریؒ خود ایک بڑے عالم دین اور مفکر قوم وملت تھے، اپنی دینی وسماجی خدمات اور زرّیں کارناموں کے سبب ہر حلقہ وطبقہ میں مقبول ومعروف تھے، مگر طبیعت کی سادگی، منکسر المزاجی اور تواضع کی وجہ سے کبھی اپنی شہرت، بڑائی اور ناموری کے طلب گار نہ ہوئے، اگر کوئی خواہش تھی تو دینی کام کرنے، علماء کی خدمت کرنے اور دین پر مر مٹنے کی... کوئی طلب وآرزو تھی تو یہی کہ مسلمان، اسلام پر مکمل عمل پیرا ہو جائیں، سماج

سے برائیوں کا خاتمہ ہوجائے،اور تمام لوگ آپس میں میل محبت کے ساتھ رہیں، مگر دنیا کی نگاہوں نے دیکھا کہ اس متواضع شخص کی علمی صلاحیت اور خداداد لیاقت سے اہل باطل لرزاں وترساں ہیں ،لوگ آپ پر پروانہ وارنثار ہونا چاہتے ہیں ،ہر شخص آپ کا متوالا،آپ کی دیدوملاقات کا شیدا،آپ کی عظمت کا قائل،آپ کی خدمات کا معترف اور آپ کا گرویدہ ہے،آپ کے رعب وجلال سے کرسیوں پرجلوہ افروز ہستیاں بھی نیچے اُتر آتیں،اور آپ کے قدموں میں نچھاور ہوجاتی تھیں،حدیث میں ارشاد ہے:مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہ ”جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عظمت سے نوازتے ہیں،لوگ اس کی عزت کرتے ہیں،اوراس کی ایک الگ ہی شان ہوا کرتی ہے... جو اوروں کو نہیں ملتی۔

تواضع وسادگی کا یہ پیکر حق تعالیٰ کا مقبول ومحبوب بندہ تھا، جسے اُس کے رب نے رفعت و بلندی سے نوازا،لوگوں کی زبانوں نے جسے 'بحر العلوم' اور 'بڑے مولانا' کا لقب دیا... آپ کو نام کی تمنا نہ تھی،شہرت سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے؛اسی وجہ سے آپ کے بہت سے مآثر وکمالات اور بہت سی سماجی واصلاحی خدمات پردۂ خفا میں ہیں۔

آپ اپنی ذات سے زیادہ امت کے فکر مند رہتے،قوم کے دکھ درد کو اپنا درد سمجھتے،اور حتی الوسع اس کے دفعیہ وتدارک کی سعی کرتے،سیلاب زدگان کے لیے امدادی رقم جمع کرکے ان کی مدد کرتے،غریب لڑکیوں کی شادی کا انتظام کرادیتے،لاچاروں،مجبوروں اور بے گھروں کی مالی واخلاقی مدد کو اپنا فریضہ خیال کرتے،یہی وہ اوصافِ حمیدہ ہیں،جو ایک انسان کو محسن قوم اور مفکر ملت کے لقب سے آراستہ کرتے ہیں،جن کے ذریعے آدمی عوام میں اپنی عظمت کا سکہ رائج کرتا اور دلوں میں اپنی محبت والفت کی تخم ریزی کرتا ہے..... حق تعالیٰ آپ کی تمام دینی ومعاشرتی خدمات کو قبول فرمائے،اور انہیں آپ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔

# نوادراتِ کریمی

حضرت الحاج مولانا عبدالکریم صاحب اعظمی ابراہیم پوریؒ نے اپنے ایام علالت میں اپنی بیاض پر جو باتیں تحریر کی تھیں، اُن میں سے چند جواہرات، جو میں نے منتخب کیے، بطور یادگار یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

☆(مولانا آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں) دعا کرتا ہوں جمیع امت و جملہ مسلمانوں کے لیے، اُن کے طفیل حق تبارک وتعالیٰ میری مغفرت فرمائیں۔ عبدالکریم غفرلہ ۱۵رذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

☆تعطیل عیدالاضحیٰ میں جب کہ آپ علیل تھے، میں نے آپ کی زبان سے کئی مرتبہ یہ شعر سنا:

زندہ کنی عطائے تو ☆ ور بکشی فدائے تو

دل شدہ مبتلائے تو ☆ ہر چہ کنی رضائے تو

(یعنی اے اللہ! اگر آپ مجھ کو زندہ رکھیں تو آپ کی عطا ہے، اور اگر وفات دیں تو بھی آپ پر اپنے کو فدا کرنے والا ہوں، دل آپ پر فریفتہ ہو چکا ہے، اس لیے آپ جو تصرف کریں، ہر حال میں آپ سے راضی ہوں)

☆میں چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے، میرا خاتمہ ایمان پر ہو، میں اپنے بزرگوں کے ساتھ مل جاؤں۔

☆ کپڑے کی صفائی، پاکیزگی حتی الامکان ضروری ہے، اور لنگی تہبند کی صفائی [بھی ضروری ہے]...، خون کا داغ دھبہ بالکل ختم ہو جانا چاہئے، ورنہ اس کو پاک صاف نہیں کہا جا سکتا..... خون کا داغ تو ختم ہو جاتا ہے۔ کتبہٗ عبدالکریم غفرلہ ۲۴رنومبر ۲۰۱۰ء بدھ

☆ آج مولوی امام الدین گھر جا رہے ہیں، مدرسہ حنفیہ گھوڑیسہ کے صدر ہیں، دینی مدرسوں کو اللہ تعالیٰ قائم دائم رکھیں، ان مدارس کے طفیل میری مغفرت فرمائیں، صالحین کے زمرے میں اٹھائیں۔ عبدالکریم

أحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَستُ مِنهُم ☆ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرزُقُنِي صَلَاحًا

اِلٰهِي !عَبدُکَ العَاصِي اَتَاکَ ☆ مُقِرّاً بِالذُّنُوبِ وَقَد دَعَاکَ

(ترجمہ: (۱) میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں، اور ان میں سے نہیں ہوں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیکی کی توفیق بخش دے۔ (۲) یا اللہ! تیرا نافرمان بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے اور تجھ کو پکارتے ہوئے تیرے پاس آیا ہے)

☆ایک مرتبہ حضرت مفتی [محمد یاسین صاحب مبارکپوریؒ] استاذ محترم مرحوم تشریف لائے تھے، خوب یاد ہے، مولوی محفوظ سلمہ کو گود میں لیے تھا، چھوٹے بچے کے بدن پر جو کپڑا تھا وہ غیر شرعی تھا، انہوں نے تنبیہ فرمائی، اور فرمایا ''شرع کے خلاف بچوں کو کپڑا نہیں پہنانا چاہیے''۔ ہمارے پوتوں کا کرتا شرع کے خلاف ہے، زنانہ رنگ وروپ کا ہے ... (ایسا) نہیں چاہیے ... سادہ سفید کرتا مردانہ چاہیے، تقویٰ کے خلاف ہے، پرہیز لازم ہے، عبدالکریم غفرلہٗ

☆بندہ [حبیب الرحمن بن مولانا رحمت اللہ صاحب] ۲۱ر نومبر ۲۰۱۰ء کو بعد عید الاضحیٰ متھرا مدرسہ کے لیے روانہ ہو رہا تھا، آتے وقت نانا جان مولانا عبدالکریم صاحبؒ سے سلام مصافحہ کیا اور لکھ کر آپ کو جانے کی یوں اطلاع دی: ''بندہ اپنے مدرسہ ضیاء العلوم متھرا کے لیے روانہ ہو رہا ہے، اجازت مرحمت فرمائیں، غلطیوں کو معاف کریں اور دعا کرتے رہیں''۔ آتے وقت آپ نے غمگین دل اور پرنم آنکھوں مصافحہ کے بعد مجھ سے آخری بات یہ کہی کہ: ''جب میری موت کی خبر ملے تو قرآن خوانی کرا دینا.... اور دعا کرنا''۔

یہ بندہ کی آپ سے آخری ملاقات تھی، پھر بندہ اپنے مدرسہ چلا آیا، اور فون کے ذریعہ طبیعت اور حالات سے آگاہی ہوتی رہی، افسوس کہ محض سوا مہینے کے بعد میرے مشفق و مربی حضرت نانا جانؒ اپنے رب کو پیارے ہو گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون، جب آپ کو مدرسہ پہونچ جانے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنی کاپی پر لکھا تھا:

''الحمدللہ کہ بابو بخیر و عافیت پہونچ چکا ہے''۔ عبدالکریم غفرلہٗ

☆پسینہ سوکھنے سے پہلے مزدوری چکا دینا چاہیے۔ عبدالکریم غفرلہٗ ۲ر دسمبر ۲۰۱۰ء

☆حق جل مجدہٗ جملہ مسلمانان عالم کو صلاح وفلاح عطا فرمائے، آمین عبدالکریم غفرلہ ۳ر دسمبر ۲۰۱۰ء

## میرے نانا جانؒ (منظوم خراجِ عقیدت)

شامِ فرقت اہلِ دل نے چاک داماں کردیا
خلد میں حورانِ جنت نے چراغاں کردیا

شیخ تھے وہ، عالمِ دیں، حضرتِ عبدالکریم
جن کی عظمت نے دلوں کو شادوفرحاں کردیا

تھے مناظر، قاطعِ بدعت، مجاہد بالیقیں
گم رہوں کی روشنی کا جس نے ساماں کردیا

مدرسہ نعمانیہ، پرتَو ہے جن کے فیض کا
مغربی بنگال میں سامانِ ایماں کردیا

جس نے روشن کردیے ہر سو محبت کے چراغ
جس نے پیدا خادمانِ دین وقرآں کردیا

زہد وتقویٰ میں تھے یکتا، علم کے بحرِ رواں
جن کے ہاتھوں رب نے بیماروں کو شاداں کردیا

جن کی شفقت دے رہی تھی غم میں منزل کا پتہ
گاؤں کی مسجد کا مسئلہ، جس نے آساں کردیا

فضلِ حق سے آپ کو حج کی سعادت بھی ملی
رب نے پورا آپ کا یہ نیک ارماں کردیا

رحمتیں برسائے اور حق مغفرت تیری کرے
تیری یادوں نے دلِ مضطر کو نالاں کردیا

## تاریخِ وفات

مولانا عبدالکریم صاحب اعظمی ابراہیم پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۴ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۱ر دسمبر ۲۰۱۰ء منگل

عصر منگل ۱۴ سو ۳۲ محرم دس و چار
ہے یہ تاریخِ وفاتِ حضرتِ عبدالکریمؒ

☆☆☆☆☆

# مصنف کی کتابیں

۱۔ دار العلوم دیوبند کے اصلاحی اجلاس

۲۔ عید کا تحفہ

۳۔ تابندہ تقریریں

۴۔ خطبات متھرا

۵۔ تذکرۂ مولانا عبدالکریم اعظمیؒ

۶۔ تذکرۂ مولانا محمد منیر اعظمیؒ

۷۔ آسان دینی تقریریں

۸۔ ملفوظات اساتذۂ کرام

۹۔ قرطاس و قلم (مجموعۂ مقالات)

۱۰۔ برق و باراں (مجموعۂ کلام)

تابندہ تقریریں

تالیف

حبیب الرحمن اعظمی ابراہیم پوری

فاضل دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ منیر

ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ

آسان تقریریں

تذکرۂ مولانا عبدالکریم اعظمیؒ
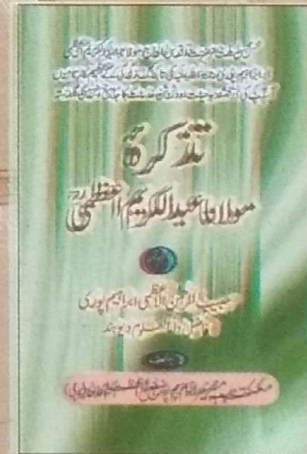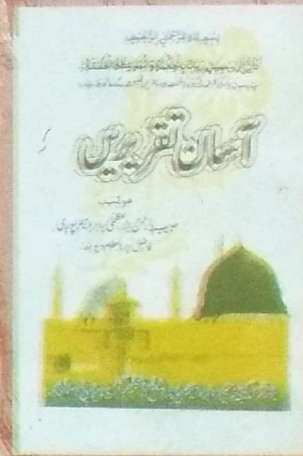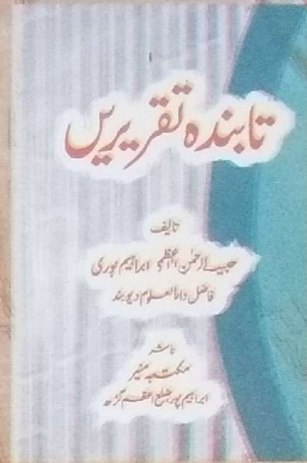
Maktaba-e-muneer
Ibrahimpur, Distt. Azamgarh